نایاب جیلانی

"طلاق ؟ تمہیں طلاق چاہیے۔" گلاب موتیے اور ایئر فریشنر کی خوشبو میں مہکتے کمرے میں اچانک یوں لگتا تھا کسی نے گیس کے چولہے کا برنر کھول دیا ہو۔ وہ اچھل کر دور ہٹا۔ گویا کسی دہکتے انگارے کو ہاتھ لگا لیا تھا۔ اس کے چہرے پر حیرت' دکھ' صدمے اور بے یقینی کے کئی رنگ ایک ساتھ جھلکنے لگے تھے۔ سومیہ کو ایک پل کے لیے افسوس سا ہونے لگا۔ جمال کے چہرے پر سائے لہرا رہے تھے۔ گہری شام کے بھیانک سائے۔

"ہاں..." سومیہ نے سر جھکائے لرزتی آواز میں اپنا مطالبہ دہرا دیا۔

"تمہیں یعنی سومیہ مراد کو نکاح کے محض چھ سات گھنٹے بعد اپنے شوہر سے طلاق چاہیے؟" وہ شاید اس حیرت اور بے یقینی کے جھٹکوں سے سنبھل چکا تھا تب ہی سومیہ کے سجے ہوئے سراپے کو ایک نظر دیکھ کر چبھتے ہوئے لہجے میں بولا۔

"ہاں..." وہ بھی خود کو مضبوط ظاہر کرنے کے چکر میں بھرپور اعتماد کا مظاہرہ کرنے لگی تھی۔

"کیوں؟ وجہ پوچھ سکتا ہوں؟" جمال نے اپنی بکھری ہوئی سانسوں کو ہموار کرنے کی کوشش کی تھی۔ وہ ضبط کے کڑے مراحل سے گزر رہا تھا۔ اس کے لہجے کی روانی اور چہرے کے تاثرات سے کچھ بھی



مکمل ناول

اندازہ لگانا ممکن نہیں تھا۔ کچھ لمحے پہلے جذبوں اور تمناؤں کی تکمیل کے احساس سے یہ چہرہ دہک کر لو دے رہا تھا۔ مگر اب یوں لگتا تھا سامنے بیٹھا جمال مرسلین برف کی دیوار بن گیا ہے۔ سرد' بے حد سرد اور ہر احساس سے عاری۔

"وجہ؟" سومیہ دھک سے رہ گئی تھی۔ یہ تو اس نے سوچا ہی نہیں تھا کہ کوئی "وجہ" بھی بتانا ہوگی۔ اسے جو کچھ کہا گیا تھا۔ وہ سب تو اس نے کہہ دیا تھا۔ اور "وجہ" بھی اسے ذہن نشین کروائی گئی تھی۔ سو کچھ تامل کے بعد وہ دھیرے سے بولی۔

"اس شادی میں میری پسندیدگی شامل نہیں۔"

"کیا تمہیں نکاح سے پہلے خبر نہیں تھی۔ عالم بے ہوشی میں دستخط کیے تھے۔" وہ یکدم زہر خند ہوا۔

"انکار کردیتیں؟ کوئی زبردستی تھوڑی تھی۔" جمال کارواں رواں سلگ اٹھا۔

"انکار؟" سومیہ نے پھر سے سوچنے میں کچھ وقت لیا تھا۔ "میرا انکار تجھے زمانے کی نظر سے گرا دیتا؟"

"اتنی بھولی تو نہیں ہو' جس قدر بھولپن خود پر طاری کر رکھا ہے۔ اس چالبازی اور دھوکہ دہی کا حساب الگ سے لوں گا۔ ابھی تو مجھے صرف اپنی ناپسندیدگی کی وجہ بتاؤ۔" وہ تنفر سے اسے دیکھتا غراتے ہوئے بولا۔

"تم کسی اور کو پسند کرتی ہو؟" سومیہ کی طویل خاموشی سے اکتا کر جمال نے پوچھا۔

"جی..." سومیہ نے سر ہلا کر جمال کے بدترین خدشات کی تصدیق کردی تھی۔ اور اس وقت وہ جمال کو اس قدر زہر لگ رہی تھی کہ اس کا دل چاہ رہا تھا اس سجی سجائی مورت کو اٹھا کر باہر پھینک دے۔ ابھی تین لفظ اس کے منہ پر مارے۔ مگر بہت سوچ بچار کے بعد یہ غیر مناسب حل اس نے اطمینان سے ایک طرف رکھ دیے تھے۔

"مجھے دھتکارنے والی' ریجیکٹ کرنے والی سومیہ مراد بھی "بامراد" کبھی نہیں ہوگی۔ ہرگز نہیں۔ کم از کم میری زندگی میں تو نہیں۔"

اس نے آخری سلگتی نظر سومیہ کے کپکپاتے وجود پر ڈالی اور غصے کے عالم میں اپنا موبائل اٹھا کر باہر چلا گیا۔ ادھر سومیہ کا سویا سویا ذہن نیند کے جھونکوں کی وجہ سے اور بھی بھاری ہو رہا تھا۔ اور وہ گھومتے دماغ سے سوچ رہی تھی کہ اس نے جمال سے کیا کیا بول دیا ہے؟

☼ ☼ ☼

"سومی! میری جان اٹھ جاؤ نا۔" شبانہ پھوپھو نے تیسری مرتبہ کمرے میں جھانک کر حلاوت سے کہا تھا۔ سومی نے کسمسا کر مندی مندی آنکھیں کھولیں۔ پھوپھو کے شفیق مہربان محبت کے رنگوں سے سجے چہرے کی طرف دیکھا اور پھر سے کروٹ بدل کر بے سُدھ ہوگئی۔

"سومی گڑیا! اٹھ جاؤ نا۔ دیکھو گھڑی نو بجا رہی ہے۔ ناشتہ ٹھنڈا ہو رہا ہے' اور پھر مجھے کچھ دیر کے لیے کہیں جانا ہے۔" پھوپھو اب اس کے قریب بیڈ پر بیٹھ گئی تھیں۔ ان کی نرم انگلیاں سومی کے بالوں میں سرسرانے لگیں۔

"پھوپھو! سونے دیں نا۔" وہ تکیے میں سر گھسا کر بھاری سی آواز میں بولی۔

"کرلیا نا گلا خراب۔" پھوپھو نے وحشت کے عالم میں بے ساختہ چیخ ماری۔ اسی لیے سومی بھی ہڑبڑا کر اٹھ گئی تھی۔

"کیا ہوا پھوپھو؟" وہ ہراساں ہو کر انہیں دیکھنے لگی۔

"ہونا کیا ہے۔ منع کیا تھا۔ رات کو آئس کریم نہ کھاؤ۔ اب اپنی آواز پھٹے ڈھول جیسی کرلی ہے۔ رات کو مہمان بھی آئیں گے۔" پھوپھو کو نئی فکر لاحق ہوگئی۔

"کون سے مہمان؟" سومیہ چونکی۔

"بتایا تو تھا تمہیں..." پھوپھو نے خفگی سے جتایا۔ "زنیرا کے جاننے والے ہیں۔ تمہارا رشتے کے سلسلے میں آئیں گے۔"

"اوہو..." سومیہ قل قل ہنسنے لگی تھی۔ اسے پھوپھو کی پریشانی کی وجہ سمجھ میں آگئی تھی۔

"اس موقع پر لڑکیاں اوہو۔ ہو' نہیں کرتیں۔" پھوپھو ناراضی سے بولیں۔

"تو کیا کرتی ہیں؟" سومیہ نے شرارت سے آنکھیں پٹپٹائیں۔

"شرماتی لجاتی ہیں۔" پھوپھو اپنے دھیان میں گم تھیں۔

"یوں' اس طرح۔" سومیہ باقاعدہ دوپٹے کا کونا منہ میں دبا کر دکھایا تو پھوپھو خفا ہو گئیں۔

"میں بھی تمہاری بونگیاں سننے بیٹھ گئی ہوں۔" پھوپھو سر پر ہاتھ مار کے کھڑی ہو گئیں۔

"کہاں جا رہی ہیں؟" سومیہ کو بھی بالآخر اٹھنا پڑا تھا۔ نیند تو ویسے بھی اچاٹ ہو گئی تھی۔ رات کو اس کی طبیعت اچھی خاصی بگڑ گئی تھی۔ سر میں درد تھا' وہ بہت دیر سے سوئی تھی تب ہی آنکھ جلدی نہیں کھل سکی۔

"مارکیٹ تک۔ کچھ سامان لاؤں گی۔ آج مہینے کی پہلی تاریخ ہے۔ پنشن بھی مل جائے گی۔" پھوپھو بیوگی کے بعد اپنے شوہر کی طرف سے ٹھیک ٹھاک رقم گورنمنٹ کی طرف سے ملتی تھی۔ پھوپھو کی چار بیٹیاں تھیں۔ ایک بیٹا تھا۔ بیٹیاں شادی شدہ تھیں جبکہ بیٹا اسٹڈی ویزے پر سویڈن پڑھنے کے لیے چلا گیا تھا۔ یہ اس کی پڑھائی کا آخری سال تھا۔ اور پھوپھو اس کی واپسی کے انتظار میں دن گن رہی تھیں۔

"تم ناشتہ کرلینا۔ بہت لاپروا ہو۔ ماسی بھی آنے والی ہے۔ اپنی نگرانی میں صفائی کروالینا۔" پھوپھو ہدایت نامہ اسے تھما کر باہر نکل گئی تھیں۔

ماسی کے آنے سے پہلے سومیہ نے ہلکا پھلکا ناشتہ کرلیا تھا۔ پھر چھوٹے چھوٹے کاموں کے دوران وقت گزرنے کا پتا نہیں چلا تھا۔ اور پھوپھو نو بجے کی نکلی چھ بجے کے قریب واپس آئیں۔

"ہائے... تھک گئی ہوں۔ جوڑ جوڑ دکھنے لگا ہے۔" پھوپھو صوفے پر ڈھے گئی تھیں۔ سومیہ اسکواش کا جگ فریج سے نکال لائی۔

"آپ تو مارکیٹ تک گئی تھیں۔ اتنی دیر سے کیوں آئی ہیں؟"

"زنیرا کی طرف چلی گئی تھی۔ بیمار تھی۔ بچے بھوک سے بلبلا رہے تھے۔ سارا گھر تلپٹ تھا۔"

زنیرا باجی پھوپھو کی تیسرے نمبر والی بیٹی تھیں۔ پھوپھو اپنی تھکاوٹ کی تفصیل بتا رہی تھیں۔ اور سومیہ جمائیاں روکنے میں ہلکان ہونے لگی۔ ایک تو اسے بے تحاشا نیند آیا کرتی تھی۔ ہر وقت ذہن سویا سویا رہتا۔ سستی بھی ہر وقت اس کے گرد گھیرا تنگ کیے رکھتی تھی۔ اور پھوپھو کو اس کی بے تحاشا سونے کی عادت سے چڑ تھی۔

"تم ابھی سے سونا شروع کردو۔"

"سچ پھوپھو! سارا دن نہیں سوئی..." وہ ٹھنک کر بولی۔

"کیا کرتی رہی ہو پورا دن؟" پھوپھو نے ناگواری سے اس کی سرخ ہوتی آنکھوں کو دیکھا۔ "تم نے دوا بھی نہیں کھائی ہوگی؟"

"اسی لیے سر میں درد ہو رہا ہے۔ ابھی میڈیسن لیتی ہوں۔ کم از کم نیند تو پرسکون آتی ہے۔ پھوپھو! یوں لگتا ہے' دوائیوں کی اس بوتل کے ساتھ ہی عمر تمام ہو جائے گی۔" بے زاری سومیہ کے لہجے سے عیاں تھی۔

"مایوسی کی باتیں نہیں کرتے۔" پھوپھو نے بے اختیار ٹوکا۔

"امید کی کرن کہاں سے لاؤں؟ ہوش سنبھالتے ہی یہ دوائیاں منہ کو لگی ہیں اور چھوٹنے کا ابھی تک نام نہیں لیا۔"

"بری بات بیٹے! یوں نہیں کہتے۔" پھوپھو نے ہمیشہ کی طرح نگاہ چرالی۔

"ارے... وہ آپ کے مہمان کہاں گئے؟" سومیہ کو اچانک گھڑی دیکھ کر خیال آیا تھا۔

"ان کا پروگرام بدل گیا ہے۔" پھوپھو کے لہجے میں

لب پر تمسخر اتر آئی۔

"اوہو..." سومیہ نے زہریلے تبسم کو دانتوں تلے دبا ڈالا۔ "گویا انہیں میری بیماری کی اطلاع مل گئی ہے پھوپھو!"

"سوی!" پھوپھو نے محبت سے ڈپٹا۔ "خبردار جو فضول بکواس کی تو۔"

"حقیقت اور سچائی اگرچہ تلخ ترین ہو۔ ایک دن سامنا تو کرنا ہوتا ہے نا۔" سومیہ نے اسی تلخ ترین انداز میں کہا۔

"تمہیں خدانخواستہ کوئی بیماری نہیں سوی!" پھوپھو ہمیشہ کی طرح اس کی تلخی کے اثر کو زائل کرنے کی کوشش میں جت گئیں۔

"کوئی بڑی بیماری نہیں۔ بس سانس ذرا سا اکھڑ جاتا ہے۔ سر درد کے عذاب میں ہر وقت مبتلا رہتی ہوں۔ نیند کا خمار کبھی اترا نہیں۔ سستی اور بے زاری کے علاوہ آج تک کوئی اور احساس چھو کر مجھے نہیں گزرا۔ ان حالات میں کوئی احمق ہی مجھ سے شادی کرے گا پھوپھو!" اس نے بڑی سفاکی سے سچائی کا پردہ چاک کیا تھا۔

"دنیا میں احمقوں کی بھی کمی نہیں۔" پھوپھو شاید ماحول پر چھائی کثافت کے اثر کو رفع کرنے کی کوشش میں شگفتگی سے بولیں۔

"پلیز پھوپھو! مجھے شادی نہیں کرنا۔ آپ اس سلسلے کو پلیز ختم کردیں۔ آئے دن کوئی نہ کوئی منہ اٹھائے چلا آتا ہے۔" سومیہ کی آنکھیں اور بھی سرخ ہو گئی تھیں۔

"تم پہلے دوا کھالو؟" پھوپھو لیٹنے سے پہلے تاکیداً بولیں۔

"آپ دوائیوں کا نسخہ لے گئی تھیں۔" سومیہ اٹھتے ہوئے مڑ کر پھوپھو کی طرف دیکھنے لگی۔

"ہاں، وہ شاپر میں ساری دوائیں ہیں۔ یہ کام میں بھول سکتی ہوں۔"

"کھانے میں کیا بناؤں؟" کچن کی طرف جاتے ہوئے سومیہ نے پوچھا۔

"اروی گوشت پکالو۔ بلکہ رہنے دو۔ میں خود ہانڈی چڑھاتی ہوں۔ تم تو... خیر چھوڑو۔" پھوپھو بولتی ہوئی سومیہ کے پیچھے چلی آئیں۔

"کہہ دیجیے تم تو اروی کو گھول کر حلوہ بنا دوگی۔" سومیہ ہنس پڑی۔

"چل ہٹ۔" پھوپھو نے لاڈ سے اس کے کندھے پر دھپ لگائی۔ "سب کچھ سکھا کر اگلے گھر روانہ کروں گی۔"

"یہ اگلا گھر کون سا ہے؟" سومیہ نے انجان بنتے ہوئے شرارت سے پوچھا۔ اس کا موڈ خود بخود خوشگوار ہو گیا تھا۔

"جلد پتا لگ جائے گا۔" پھوپھو کا انداز دھمکی آمیز تھا۔

"آپ بھی پرے ہٹیے میں آپ کی جان چھوڑ کر ہرگز کہیں نہیں جاؤں گی۔ چپکی رہوں گی ہمیشہ آپ کے





ساتھ لسوڑے کی طرح۔"

"میں اس لسوڑے کے پیڑ کو کسی اور کے آنگن میں لگا آؤں گی۔" پھوپھو پیاز کاٹنے میں مصروف ہو چکی تھیں۔

"چائے بنادوں؟" سومیہ پیاز کی کڑواہٹ سے بچنے کے لیے کچن کے دروازے میں کھڑی ہو گئی۔

"رہنے دو۔ ابھی موڈ نہیں۔"

"میرا بھی موڈ نہیں۔" سومیہ دوائیوں کا شاپر اٹھا کر اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئی تھی۔ آناً فاناً اسے یہ دوائیوں کا چھوٹا سا شاپر کسی بھاری گٹھری کے مشابہ لگنے لگا تھا۔ وہ نیند سے بند ہوتی آنکھوں کو مسلتے ہوئے بیڈ پر ڈھے گئی۔

☆ ☆ ☆

سومیہ، حسن مراد کی اکلوتی اولاد تھی۔ بدقسمتی سے اس کی ماں سومیہ کو جنم دینے کے بعد حسن مراد سے طلاق لے کر کسی اور کا گھر بسا چکی تھی۔ اس کے والد اس قدر دل برداشتہ ہوئے کہ بغیر کسی بیماری کے ایک رات سوئے اور چپکے سے خالق حقیقی سے جا ملے۔ تب سے سومیہ کو اس کی اکلوتی پھوپھی شبانہ نے اپنے شفیق بازوؤں میں چھپا لیا تھا۔

وہ اپنا گھر بار چھوڑ کر بھائی کے گھر محض سومیہ کی محبت اور تنہائی کے خیال سے آبسی تھیں۔ عرصہ ہوا تھا اس قصے پر گرد پڑے مگر کبھی کبھار نادانستگی میں پھوپھو کو اس بھولے بیتے قصے اور شرمناک داستان سے گرد جھاڑنے کا خیال آجاتا تھا۔ جیسا کہ اس وقت پھوپھو اپنی سادگی میں سمیرا باجی کی ساس کے پوچھنے پر اپنے اندر کا ابال نکالنے لگی تھیں۔

"اچھی صورت پر مان تھا۔ نہ سسرال کی لاج رکھی نہ بیمار ماں کے چٹے جھاٹے (سفید بالوں) کا خیال کیا۔ مراد کا کاروباری دوست تھا۔ گھر میں آنا جانا لگا رہتا تھا۔ بس پھر وہ ثمانہ کا اسیر ہو گیا اور ثمانہ اس کی شکل پر ریجھ گئی۔ مراد نے ایسی چوٹ دل کو لگائی کہ چپ چپکے سے دنیا سے ہی چلا گیا۔"

ان کے آنسو بھل بھل گرنے لگے تھے۔ بھائی کی ناکام ازدواجی زندگی اور پھر بھری جوانی میں دنیا سے چلے جانا یہ ایسا غم تھا جو پھوپھو کو اکثر رلانے کا سبب بنتا۔ اور یہ سومیہ کے لیے بھی ایسا غم تھا جو کہ ہمہ وقت اس پر طاری نیند کی خماری تک کو شکست دے ڈالتا تھا۔

"ایسی بے حیا عورت توبہ توبہ!" سمیرا باجی کی ساس سکینہ آنٹی نے دونوں ہاتھ کانوں کو لگا کر دانتوں تلے زبان دبالی۔ "معصوم بچی پر لمحہ بھر کو بھی ترس نہ آیا۔ ہائے کیسی ظالم ماں تھی۔" آنٹی کی ترحم بھری نظریں وقتاً فوقتاً سومیہ کی طرف بھی اٹھ رہی تھیں اور ادھر سومیہ مجرم نہ ہوتے ہوئے بھی خود کو کٹہرے میں کھڑا محسوس کررہی تھی۔

"ثمانہ کے میکے سے کوئی نہ آیا۔ اتنی بڑی بات ہو گئی۔ بچی بھی تنہا۔" سکینہ آنٹی پر ہمدردی کا تاپ چڑھ گیا تھا شاید اور سومیہ جی ہی جی میں بری طرح تلملانے لگی۔ "ثمانہ کے اس انتہائی قدم کا اثر میکے پر بھی ضرور پڑا ہوگا۔" اب قیاس آرائیاں شروع ہو گئی تھیں۔ صاف پتا چل رہا تھا محض گفتگو کو طویل کرنے اور اس قصے میں چٹخارے لینے کی وجہ سے "وہننگ" کی گئی ہے۔

"میکے میں تھا ہی کون۔ سدھی ماں، نشئی بھائی۔ وہ بھی کیا سومیہ کی ذمہ داری اٹھاتا۔ اسے تو اپنا ہوش نہیں تھا۔ بیوی اس کی بھلی مانس عورت تھی۔ ایک لڑکا بھی تھا۔" ہم سومیہ کو ان کے حوالے کرتا "اپنے بھائی کی اکلوتی نشانی کو نظروں سے دور کرنا مجھے گوارا نہیں تھا۔ جنت (ثمانہ کی بھابھی) سوی کو لینے آئی بھی تھی۔ شاید دنیا دکھاوے کے لیے مگر میں نے اپنی بچی کو جانے نہیں دیا۔ اس ماحول میں اور اس گھٹن زدہ گھر میں رہنا کسی آزمائش سے کیا کم تھا۔ میری سومیہ کہاں کسی گاؤں میں رہنے کی عادی ہے۔ جہاں سہولتوں کا فقدان، زندگی کی بنیادی ضروریات کے لیے روپیہ پیسہ بھی چاہیے ہوتا ہے۔" جبکہ ثمانہ کا بیک گراؤنڈ بہت کمزور تھا۔ یہ تو حسن کی دیوانگی تھی جو ثمانہ ایک جھٹکے سے گاؤں سے اٹھ کر اس گھر میں آبسی۔ مگر

اس کی بد فطرتی نے اسے عزت سے رہنے نہیں دیا۔" پھوپھو کو ماضی کا نجانے کون کون سا منظر یاد آرہا تھا۔ ان کے چہرے پر ہر رنگ اپنا اثر چھوڑنے لگا۔ ماحول خود بخود بوجھل ہو گیا تھا۔

"اتنے سالوں میں کبھی سومی کی ماں، ماموں نے پلٹ کر نہیں پوچھا؟" سکینہ آنٹی نے ایک اور تاسف بھری نگاہ سومیہ پر پھینکی۔

"نجانے زندہ بھی ہیں یا نہیں۔ ماموں تو ان دنوں میں ہی دو چار دن کا مہمان لگتا تھا۔ نشے نے اس کی مت مار کر رکھ دی تھی۔" پھوپھو نے ایک ٹھنڈی آہ بھری۔

"آپ کے جذبات کی دل سے قدر کرتی ہوں۔ یتیم بھتیجی کو سینے سے لگا کر رکھا ہے۔ ورنہ آج کے دور میں کون کسی کو پوچھتا ہے۔ خون سفید ہو چکے ہیں۔ بھائی دوسرے بھائی کا دشمن ہے۔ نجانے وقت نے کیا کچھ دکھانا ہے۔" سکینہ آنٹی نے ایک کٹیلی نظر بہو پر پھینکی۔ سمیرا باجی نے پہلو بدل کر منہ کے زاویے بگاڑ لیے تھے۔

"ہم نے کون سا احسان کیا ہے۔ میرے دل کا ٹکڑا ہے۔ میری بھتیجی ہے۔ اپنی اولاد سے بھی زیادہ عزیز ہے۔"

پھوپھو نے سکینہ آنٹی کے دھیان کو ایک مرتبہ پھر بٹا دیا تھا جو کہ اب اپنی بہوؤں کے بخیے ادھیڑنا چاہتی تھیں۔ آنٹی کی تینوں بہویں ان دنوں آنٹی کے محبت سے بنائے آشیانے کے حصے بخرے کرنے کی تیاریوں میں تھیں۔ بقول سمیرا باجی کے اس مرغی کے دڑبے میں کوئی کب تک رہے۔" ایک لحاظ سے سمیرا باجی بھی ٹھیک ہی کہتی تھیں۔ سب کو ہی اپنا معیار زندگی بہتر بنانے کا شوق ہوتا ہے۔

"ویسے بہن! میں آپ کی ہمت، صبر اور بلند حوصلے کو اکثر سراہتی رہتی ہوں۔" سکینہ آنٹی پھر سے پُرجوش ہو چکی تھیں۔ پھوپھو اپنی تعریف پر انکساری سے مسکرا دیں۔ پھوپھو کی سادگی، وضع داری اور سلیقے قرینے کی تو ایک دنیا قائل تھی۔

"بس یہ سب میرے اللہ کا کرم ہے۔"

پھوپھو کی آنکھیں بھیگنے لگیں۔ بیوگی کے بعد انہوں نے بہت کڑا وقت گزارا تھا۔ بہت مشکل حالات سے مقابلہ کیا تھا۔ جب کوئی اپنا بھی ساتھ دینے کو تیار نہ تھا۔ تاہم ان کی محنت، انتھک کوشش اور صبر رنگ لایا تھا۔ ان کے پانچوں بچے کامیاب تھے۔ بیٹیاں اعلا تعلیم یافتہ تھیں، اپنے اپنے گھروں میں خوشگوار زندگی گزار رہی تھیں۔ دو ملک سے باہر تھیں اور دو اسی شہر میں بیاہی تھیں۔ پھوپھو کا اکلوتا بیٹا ندیم بھی ذہین اور محنتی نوجوان تھا۔ سو پھوپھو کو اپنی اولاد کی طرف سے راحتیں اور سکون میسر تھا۔ بس ایک فکر تھی تو سومیہ کے مستقبل کی۔ سومیہ کا غم ہی پھوپھو کو پورے دل سے خوش نہیں ہونے دیتا تھا۔ ایک تو سومیہ کی بیماری، پھر شکل و صورت بھی واجبی سی تھی۔ اوپر سے تعلیم بھی نہ ہونے کے برابر۔ کم از کم پھوپھو کی قابل اور بے حد ذہین بیٹیوں کے سامنے سومیہ اور بھی دب کر رہ جاتی تھی۔

"سومیہ! تم نے کیوں اپنے تعلیمی سلسلے کو منقطع کر دیا ہے بیٹا!" آنٹی نے حلاوت سے کم، صدمے سے زیادہ سومیہ سے کہا تھا۔ وہ گڑبڑا کر چونکی۔ اس سوال کے لیے وہ ذہنی طور پر تیار نہیں تھی۔ اسی لیے چونک کر کنفیوز سی پھوپھو کی طرف دیکھنے لگی۔

"کیا بتاؤں بہن!" پھوپھو کی آواز بھرا گئی۔ "میں سومیہ کے معاملے میں نجانے کیوں اتنی حساس اور وہمی ہوں، شاید اس لیے بھی کہ بچپن سے ہی اسے سانس کی تکلیف ہو جاتی تھی۔ بیٹھے بٹھائے ہاتھ پیر چھوڑ دیتی تھی۔ سانس بری طرح اکھڑ جاتا تھا۔ دھول مٹی اس کی صحت کے لیے شدید نقصان دہ ہے۔ نجانے میٹرک تک کیسے میں نے اسے اسکول جانے دیا تھا۔ کئی مرتبہ اسکول سے فون آتا، سومیہ سخت بیمار ہے۔ اس کی طبیعت بگڑ گئی ہے۔ اسکول سے آکر لے جائیں۔ بس اسی وجہ سے یہ آگے پڑھ نہیں سکی۔ میٹرک کے پرچے بھی نہیں دے سکی تھی۔ ورنہ میں تو چاہتی تھی سومی اپنے پیروں پر کھڑی ہو جاتی۔"

پھوپھو نے جو کچھ کہا اس میں جھوٹ کی ذرہ بھر ملاوٹ نہیں تھی۔ سومیہ کو اپنی بیماری کے اس موضوع سے بھی شدید قسم کی چڑ تھی۔

"تو بیٹا! پرائیویٹ امتحان دے لیتیں۔" سکینہ آنٹی شاید آج فرصت سے آئی تھیں۔

"مجھے مزید پڑھنے کا کوئی شوق نہیں تھا، سو اسی لیے۔" سومیہ نے پھوپھو کو کسی بھی قسم کی وضاحت سے بچا لیا تھا۔

"ممی! یہ سموسے تو چکھیں۔" سمیرا باجی آنٹی کی فراٹے سے چلتی زبان کو روکنے کی ایک کوشش کی۔

"ہاں، کیوں نہیں۔" آنٹی نے سلسلۂ کلام منقطع کیا۔ پلیٹ دائیں ہاتھ میں پکڑی۔ "تم بھی کچھ سومیہ سے بنانا سیکھ لو۔" خوش ذائقہ، خستہ سا سموسہ نزاکت سے منہ میں رکھتے ہوئے انہوں نے بہو کو مخاطب کیا۔

"سومیہ سے۔" سمیرا باجی کو اپھو لگ گیا۔ "سومیہ سے کیا بنانا سیکھوں۔ اسے کچھ آتا بھی ہے؟"

"کچھ نہ کچھ بنا سکتی ہوں۔" سومیہ نے کچھ شرمندہ ہو کر جواب دیا۔

"کیوں بہن! سومیہ کو کچھ پکانا بھی نہیں سکھایا؟" آنٹی نے طنزیہ لہجے میں کہتے ہوئے توپوں کا رخ پھوپھو کی طرف موڑ لیا۔ سومیہ اور پھوپھو دونوں ہی گڑبڑا گئی تھیں۔ پھوپھو بے چاری کیا بتاتیں کہ سومیہ کو مسالے کی خوشبو سے بھی الرجی تھی۔ چھینک چھینک کر برا حال ہو جاتا۔ سر میں درد کی ٹیسیں اٹھنے لگتیں۔ سو وہ سکون کی ایک گولی لے کر لمبی تان کے سو جاتی تھی۔ کبھی کبھی اسے یاسیت کے دورے پڑنے لگتے تھے اور وہ افسردگی سے سوچتی تھی کہ اس نے دنیا میں آکر سوائے سونے کے کوئی اور کام نہیں کیا۔ اگر ان بیتے ماہ و سال میں کچھ کیا تھا تو پانچ وقت کی نمازیں تھیں جو سومیہ بڑے خشوع خضوع سے ادا کرتی تھی۔

"میری بچی ہر فن میں طاق ہے۔ سینا پرونا سب آتا ہے۔ سلائی کڑھائی میں ماہر ہے۔ ایسے ایسے ڈیزائن بناتی ہے کہ سب دیکھتے ہی رہ جائیں۔" پھوپھو نے محبت سے سومیہ کا چہرہ دیکھا۔

"ہاں ڈیزائننگ تو بہترین کرتی ہے۔" آنٹی نے ستائشی نظروں سے سمیرا باجی کے دیدہ زیب لباس کو دیکھا تھا۔ یہ سوٹ بلکہ ہر سوٹ سومیہ خود اپنے ہاتھوں سے سلائی کر کے سمیرا باجی اور زنیرا باجی کو بھجواتی تھی۔ ان کے بچوں کے کرتے سیتی، کڑھائیاں کرتی، سویٹر بنتی، پچھلی سردیوں میں اس نے سمیرا باجی کو ایک شال بھی بنا کر دی تھی۔ سومیہ کو یہ مصروفیت دل و جان سے پسند تھی۔ وہ بڑے شوق اور لگن سے بچوں کے لیے کچھ نہ کچھ بناتی رہتی تھی۔ چاہتی تھیں سومیہ اپنی ہم عمر لڑکیوں کی طرح زندگی کے ہر رنگ سے لطف حاصل کرے۔ وہ اسے خوش دیکھنا چاہتی تھیں اور ادھر سومیہ کی بھی یہی خواہش ہوتی تھی کہ پھوپھو اس کی وجہ سے غم زدہ نہ ہوں۔

"سومیہ کی کہیں بات چلائی ہے؟" سومیہ جو آنٹی کی بے سروپا باتوں سے بے زار ہو کر کمرے سے باہر نکل رہی تھی۔ ایک پل کے لیے ٹھٹک کر رک گئی۔

"بس یہ بات پوچھنے کی کسر رہ گئی تھی۔ نجانے باجی بھی اپنی ساس کو گھر میں روک نہیں سکتیں۔ آئے دن آنٹی کو ہم سے ملنے کی ہڑک بے چین کر دیتی ہے۔" سومیہ نے جل بھن کر سوچا۔

"جہاں میرے رب کو منظور ہوا، جس کے ساتھ سومیہ کا جوڑ لکھا ہو گا۔ خود بخود ان ہی راستوں پر چل پڑے گا جو ہمارے گھر کی طرف آتے ہیں۔" پھوپھو نے سادگی سے جواب دیا تھا۔ اور سومیہ اس شاعرانہ قسم کے جواب کو سن کر بے اختیار ہنس پڑی۔

"سومیہ پچیس کی ہو رہی ہے۔ یہی مناسب عمر ہے لڑکی کی شادی کی۔ بیتا وقت پھر ہاتھ نہیں آتا۔" آنٹی تو ماہ و سال کا حساب کتاب کرنے لگی تھیں۔

"سومیہ کی مجھ سے بڑھ کر بھی کسی کو فکر ہو سکتی ہے؟" پھوپھو نے ناگواری چھپا کر کہا۔

"یہ بات تو ہے۔" آنٹی نے فوراً تائید میں سر ہلایا۔

"اب جانے کی تیاری کرو بیٹی!" پھوپھو نے آنکھ

کے اشارے سے بیٹی کو سمجھایا۔ وہ خود سکینہ آنٹی کی نکتہ چیں طبیعت اور بات کی کھوج میں لگے رہنے کی عادت سے خار کھاتی تھیں۔

"امی! اٹھ جائیے۔ رات کے سات بجنے والے ہیں۔" سمیرا باجی نے ماں کے اشارے کو سمجھ کر سرہلا دیا تھا۔

"چلتے ہیں بیٹی! جلدی کا ہے کی ہے۔ کبھی کبھار تو میں شبانہ بہن سے ملنے کے لیے آتی ہوں۔" آنٹی کا شاید ابھی گھر جانے کا کوئی ارادہ نہیں تھا۔

"امی! بچے گھر میں اکیلے ہیں۔" سمیرا نے دانت پیس کر نرمی سے جتلایا۔

"کتنی مرتبہ کہا تھا' بچوں کو ساتھ لے چلو۔ ہمیشہ اسی طرح جلدی کا شور مچادیتی ہو۔" انہوں نے بے زاری سے جواب دیا۔

"آپ کا اپنا گھر ہے۔ شوق سے رک جائیے۔ بلکہ کھانا کھا کر جائیے گا۔" پھوپھو کو مروتاً کہنا پڑا۔

"تمہاری ماں اتنا اصرار کر رہی ہے۔ کچھ دیر تو رک جاؤ۔" آنٹی' پھوپھو کی مروت کے جواب میں لگاوٹ سے بولیں۔ وہ دونوں تلملا کر رہ گئی تھیں۔ بھلا ہو اس موبائل فون کا جو بروقت بج اٹھا تھا۔ باجی کی دیورانی کا فون تھا۔ بچے اپنے آپے میں نہیں رہے تھے شاید۔ ماں کی غیر موجودگی میں بچوں نے پورا گھر تلپٹ کر دیا تھا۔ باجی کی دیورانی التجا کر رہی تھیں کہ دونوں خواتین گھر تشریف لے آئیں۔

باجی موبائل فون کان سے ہٹاتے ہی پرس پکڑ کر باہر کی طرف بھاگی تھیں۔ باجی کی پیروی میں آنٹی کو بھی بالآخر اٹھنا پڑا۔ حالانکہ ابھی وہ کھانا کھانے کے بعد چائے پینے کا ارادہ بھی رکھتی تھیں۔ سو می ان کے جانے کے بعد بھی دیر تک ہنستی رہی۔

☼ ☼ ☼

آڑھت کے اس کاروبار میں پچھلے سال کی طرح اس دفعہ بھی اسے کچھ خاص منافع نہیں ہوا تھا۔ سال کے آخر میں جمع کی ہوئی رقم تھوڑی تھوڑی کر کے بیوپاریوں کے پیٹ میں اتر چکی تھی۔ وہ کینو کا کاروبار کرتا تھا۔ پنجاب کے مختلف شہروں میں بیوپاریوں سے خریدا کینو مخصوص سبزی منڈی میں بھجواتا' اسی کے ذمے تھا۔ وہ خود اپنی نگرانی میں ٹرک لوڈ کرواتا تھا۔ اس کے باوجود منشی ہیر پھیر کرنے سے باز نہیں آتا تھا۔ کچھ نہ کچھ گڑبڑ ضرور ہو جاتی تھی۔ اور اس گڑبڑ کے بعد لالی اپنا مخصوص پیلے اوراق والا رجسٹر اٹھائے منہ کے زاویے بگاڑے سبزی منڈی سے کچھ دور اس کے دکان نما چھوٹے سے دفتر میں داخل ہو کر رجسٹر ڈمیز پر رکھ کے منہ پھلائے بیٹھ جاتا۔ آج بھی ایسے ہی ہوا تھا۔

"منشی پھر سے اوقات دکھا گیا ہے۔ آپ اس سے دوٹوک بات کیوں نہیں کرتے جمال بھائی!" لالی کا غصہ بجا تھا۔ جمال نے سامنے رکھی ڈھیروں رسیدیں اکٹھی کر کے دراز میں ڈالیں اور پھر لالی کے لال بھبھو کا چہرے کی طرف متوجہ ہوا۔

"واپس تو آلینے دو۔ ٹھیک ٹھیک حساب لوں گا۔ وارننگ دی تھی مگر یہ پھر بھی اپنی اصلیت دکھا گیا ہے۔"

"آپ نے کیا حساب لینا ہے جمال بھائی!" لالی نے خفگی سے کہا۔ "منشی اپنی میٹھی زبان کے جوہر دکھا کر پھر سے بری الذمہ ہو جائے گا۔"

"اب کے ایسا نہیں ہوگا۔"

"دیکھتے ہیں' آپ اس دفعہ کیا کرتے ہیں۔" لالی نے طنزیہ انداز میں کہا۔

"اپنے باپ کی عمر کے آدمی کو اور کیا کہوں۔" جمال نے سنجیدگی سے کہتے ہوئے رجسٹر کھول کر دیکھنا شروع کر دیا۔

"آپ کی نرمی کا ناجائز فائدہ اٹھا جاتے ہیں اس قسم کے لوگ۔" لالی نے ہمیشہ والا راگ الاپا تھا۔

جمال نے سر جھٹک کر رجسٹر پر لکھی عبارت پڑھنا شروع کر دی۔

"آج کے حساب کو نہیں' پچھلے ہفتے کے حساب کو پڑھیں۔" لالی نے کرسی سے اٹھ کر رجسٹر کے اوراق



پلٹ کر ایک جگہ پر انگلی رکھ کر نشاندہی کی۔

"اٹھارہ کریٹ مالٹے کے ٹرک سے منڈی پہنچنے سے پہلے غائب ہوئے ہیں۔"

"تمہاری منشی سے بات ہوئی ہے؟" کچھ دیر سوچنے کے بعد جمال نے پوچھا۔

"نہیں۔" لالی نے نفی میں سرہلایا۔

"ٹھیک ہے۔ میں خود منشی سے آخری مرتبہ بات کرنے بلکہ سمجھانے کی کوشش کرتا ہوں۔ اگر اس کی یہی طریقے رہے تو کسی بھروسے کے آدمی کو رکھ لو اور منشی کا پچھلا حساب کلیئر کر کے چھٹی کروا دو۔ آئے دن کے یہ چھوٹے موٹے نقصان کسی بڑے خسارے سے دوچار کر دیں گے۔" جمال کے چہرے پر خطرناک قسم کی سنجیدگی چھائی تھی۔

"بہتر جناب۔" لالی پھرتی سے کاغذات سمیٹ کر دراز لاک کرنے لگا تھا۔

"گھر چلیں۔" جمال نے بائیک کی چابی اٹھا کر لالی کا کندھا ہلایا۔

"آپ چلیں' میں نان' کباب لے کر آتا ہوں۔" لالی پھرتی سے [illegible] لگانے کے بعد بولا۔

"کیوں؟" جمال حیران ہوا۔ "تھانیدارنی نے کھانا تو پکایا ہوگا۔"

"آپ کے لیے ضرور پکایا ہوگا۔ مجھ غریب کو کیوں گالیوں سے پیٹ بھروانے کے لیے ساتھ لے جا رہے ہیں۔" لالی نے بے بسی سے کہا۔

"بکو نہیں یار!" جمال نے اس کے کندھے پر دھپ لگائی۔ "چل بیٹھ' وقت پر گھر پہنچنا ہوگا۔ یہ نہ ہو تھانیدارنی دروازہ ہی نہ کھولے۔" جمال نے لالی کو دھمکانا چاہا۔

"ہم خالہ پروین کی بیٹھک میں بستر لگالیں گے۔" لالی ہنستے ہوئے اچھل کر پیچھے بیٹھ گیا۔

لالی کے خدشات کے عین مطابق تھانیدارنی نے کھا جانے والی نظروں سے لالی کو گھورا تھا۔ اور آنکھوں ہی آنکھوں میں جمال سے پوچھا۔ "اسے پھر اٹھا لائے ہو؟" (کچھ عرصہ پہلے لالی ہوسٹل شفٹ ہو گیا تھا۔)

"کیوں میرے یتیم مسکین اس معصوم سے اکلوتے یار کے پیچھے ہاتھ دھو کر پڑی ہو۔" جمال نے تاسف سے کہا۔ لالی نے مصنوعی ناراضی خود پر طاری کر لی تھی۔

"ابھی ہاتھ کہاں دھوئے ہیں۔ آٹا گوندھتے ہوئے آئی ہوں۔" تھانیدارنی (حسنہ بیگم) نے اپنے گورے گورے ہاتھ سامنے کر دیے تھے جن پر تازہ آٹے کی باقیات سے پتا چل رہا تھا حسنہ بیگم کچن سے سیدھی گیٹ تک جلبلاتی ہوئی آئی ہیں۔

"کھانا تیار ہے تو میز پر لگا دو۔" جمال نے ڈرتے ڈرتے درخواست پیش کی تھی۔ لالی اس درخواست پر تلملا اٹھا۔ اس کے یار دلدار کو محض اسی کی خاطر ایک تنک چڑھی لڑکی کی خوشامد کرنا پڑ رہی تھی۔

"روٹی پکالوں تو پھر میز پر کھانا لگا دیتی ہوں۔" خلاف توقع تھانیدارنی نے ذرا نرم لہجے میں جواب دیا تھا۔ ورنہ وہ تو ہمیشہ انگارے چبائے رکھتی تھی۔

"یا حیرت۔" ان دونوں نے ایک دوسرے کو حیرانی سے دیکھا اور یہ حیرت دسترخوان پر چنے لوازمات کو دیکھ کر دوچند ہو گئی۔

"آج حسنہ بیگم کا موڈ خوشگوار ہے۔" لالی نے جمال کے کان میں سرگوشی کی۔

"اللہ خیر کرے۔" جمال نے دہل کر کہا۔

"میرے لیے دعا کریں کہ اللہ میری خیر کرے۔" لالی نے ڈرتے ڈرتے سالن پلیٹ میں نکالتے ہوئے کہا۔

"کیا مطلب؟" جمال نے حیرانی سے پوچھا۔

"اس چکن کی ڈش میں کہیں زہر نہ ملا ہو۔" لالی نے سرگوشیانہ کہا۔

"تھانیدارنی کم از کم مجھے زہر نہیں کھلا سکتی۔ سو تم اطمینان سے کھاؤ۔" جمال مزے سے بولا۔

"لقمان! روٹی کھا کر میری بات سننا۔" حسنہ دوپٹے سے ہاتھ پونچھتی کمرے میں داخل ہوئی۔

"جی بہتر۔" لالی گھگیا کر رہ گیا۔ حسنہ پلٹ گئی تھی۔

ادھر جمال مسکراہٹ چھپانے کی غرض سے پلیٹ پر جھک گیا۔

"تھانے دارنی نے مجھ سے کیا کہنا ہے جمال بھائی!" لالی کے حلق میں نوالہ پھنس گیا تھا۔

"یہ تو میری جان حسنہ بیگم سے تم خود پوچھ لو۔ مجھے الہام تو نہیں ہوا۔"

"آپ بھی میرے ساتھ چلنا۔" لالی نے خوفزدہ انداز میں کہا۔

"کیوں؟"

"ذرا میرے دل کو تسلی رہے گی۔" لالی نے معصومیت کے تمام ریکارڈ توڑتے ہوئے کہا۔

"نہ میری جان! یہ پہاڑ تمہیں تنہا ہی سر کرنا ہو گا۔" جمال نے صاف دامن بچالیا۔

"اچھے یار ہو مصیبت میں ساتھ چھوڑ رہے ہو جمال بھائی!" لالی رو دینے کو تھا۔

"مرد بن کیوں عورتوں کی طرح ٹسوے بہانے لگا ہے۔" جمال نے لالی کو چھیڑا۔ تبھی باہر سے آواز آئی تھی۔

"لالی او لالی! کتنی روٹیاں اور کھانی ہیں۔ بس کر تیرے باپ کا اناج ہے۔"

"تو ہڑ لو گل۔" لالی نے پانی کا گلاس خالی کر کے اٹھتے ہوئے کہا۔ "ایک تو روٹی کھلاتے ہی گنتی کرنا شروع کر دیتی ہے تاکہ کھانے والے کا ہاضمہ خراب ہو جائے۔"

"مجھ پر آیت الکرسی پڑھ کر پھونک مار دو جمال بھائی!" وہ شرارت سے جمال کے قریب جھکا تھا۔ جمال نے ہنستے ہوئے لالی کے سر پر چپت لگائی۔

"آپ کہاں چل دیے۔" جمال کو اٹھتا دیکھ کر لالی سرعت سے بولا۔

"میں اماں کو دیکھنے جا رہا ہوں۔"

"ٹھیک ہے، آپ چلیے میں بھی تھانے دارنی کو سلامی پیش کر کے آتا ہوں۔" وہ ہنستے ہوئے باہر نکل گیا تھا۔

☆ ☆ ☆

حسن آراء عرف تھانے دارنی جمال کے اکلوتے ماموں تھانیدار شہریز گجر کی اکلوتی صاحبزادی تھی۔ اس کے والد کے انتقال کے بعد ماموں نے بیوہ بہن اور یتیم بھانجے کو اپنی سرپرستی میں لے لیا۔ اس کے والد کی تھوڑی بہت زمینیں تھیں۔ جو قرضے میں جانے سے محض ماموں کی مہربانی سے بچ گئی تھیں۔ آج اس بنجر زمین پر ہر سو ہریالی تھی۔ اور زمین کا رقبہ بھی پہلے سے جمال کی محنت اور ذہانت کی وجہ سے بڑھ گیا تھا۔

ماموں کے دست شفقت کی وجہ سے اس نے زراعت کی تعلیم حاصل کی تھی۔ ان بنجر زمینوں کو آباد کیا تھا اور ہر کسان کی طرح اسے بھی اپنی زمین کے اس خطے سے محبت تھی۔

اس کے ماموں ایک عظیم انسان تھے۔ بہت ایمان دار، محنتی اور اصولوں کے پابند۔ بیوی کی وفات کے بعد انہوں نے دوسری شادی نہیں کی اور حسن آراء کے لیے انہوں نے اپنی زندگی وقف کر دی تھی۔ جس طرح ماموں کو اپنی بہن بیٹی اور بھانجے سے محبت تھی ان کی وفات جمال کو جہاں بے آسرا ہونے کا احساس دے گئی تھی وہیں ڈھیروں ذمہ داریوں نے جمال کو وقت سے پہلے سمجھ دار کر دیا تھا۔ اور ان ذمہ داریوں کو لقمان نے بھی برابر اس کے ساتھ شیئر کیا تھا۔ حالانکہ جمال لالی پر کوئی بوجھ ڈالنا نہیں چاہتا تھا۔

لقمان، ماموں کے چچا زاد بھائی کا بیٹا تھا۔ بدقسمتی سے اسے بھی بہت بچپن میں یتیمی کا صدمہ سہنا پڑا تھا۔ جب پہلی مرتبہ ماموں لالی کی انگلی تھامے گھر لے کر آئے تو انہوں نے سب سے پہلے جمال سے لالی کا تعارف کروایا تھا۔

"جمال پتر! یہ لقمان ہے، سب کا لالی.... آج سے یہ تمہارا بھائی ہوا۔ اب یہ ہمارے ساتھ رہے گا۔" وہ لالی کے گھنے بالوں میں ہاتھ پھیرتے ہوئے محبت سے بول رہے تھے۔ پھر انہوں نے اسی انداز میں لالی سے کہا۔ "لالی! یہ جمال ہے۔ تمہارا جمال بھائی۔" لالی نے زور و شور سے سر ہلا کر جمال بھائی کی انگلی تھام لی تھی۔



"جمال بھائی! آپ میرے ہو۔" لالی جگمگاتی آنکھوں سے اسے دیکھ رہا تھا۔ کچھ دور جامن کے پیڑ کے نیچے حسنہ بیٹھی کھیل رہی تھی۔ اس منظر کو اس نے کافی حاسدانہ نظروں سے دیکھا تھا۔

"جمال بھائی تو میرا ہے۔" جب رہا نہ گیا تو حسنہ بول ہی اٹھی۔

"نہیں، جمال بھائی اب میرا ہے۔" لالی بھی حسنہ کی ٹکر کا تھا۔ پٹاخ سے بولا۔

"میں تمہیں ماروں گی۔" حسنہ کا جلال عود آیا۔

"بری بات بیٹا!" جمال کی اماں رسوئی سے باہر نکلیں۔ "جمال تم دونوں کا بھائی ہے۔"

اماں کی بروقت مداخلت نے اس وقت تو بات دبا دی تھی مگر "تاریخ گواہ" تھی حسنہ نے اول روز سے جو لالی سے شریکا لگایا تھا۔ وہ آج تک قائم و دائم تھا۔

حسن آراء کو تھانے دارنی کا خطاب محلے کے ان معصوم بچوں نے دیا تھا جو اکثر اس کے عتاب کا نشانہ بن جاتے تھے۔ اس کی غصیلی فطرت کی بنا پر بچوں کی ماؤں نے اور پھر آہستہ آہستہ سب ہی نے "تھانیدارنی" کے لقب سے پکارنا شروع کر دیا تھا۔

☆ ☆ ☆

"لور لور شہر کی سڑکیں ناپ کر، ویلے مشٹنڈوں کے ساتھ آوارہ گردی کر کے رات کو گھر آجایا کرو اور آتے ساتھ ان بے حیا اچھلتی کودتی باندریوں کا دیدار کرنے بیٹھ جایا کرو۔"

حسنہ بڑے جارحانہ تیور لیے اماں کے کمرے سے برآمد ہوئی تھی۔ رات کے سوا سات بجے تھے۔ جمال ابھی تک گھر نہیں آیا تھا۔ لالی نے کھڑکی میں اترتی شام کو دیکھ کر ٹھنڈی آہ بھری ساتھ ہی ریموٹ کا بٹن دبا کر چینل بدل دیا۔

"میرے منہ میں خاک، کہیں آپ کی نظر تو نہیں کمزور ہو گئی۔ جمال بھائی سے کہتا ہوں۔ کسی اچھے سے ڈاکٹر سے وقت لیں۔ میں تو ملکی حالات سے باخبر رہنے کے لیے خبریں سن رہا تھا۔ یکایک آپ کو یہ ترٹر منہ بگاڑ کے انگریزی میں خبریں پڑھتی ڈیسنٹ حسینہ "باندری" دکھائی دینے لگی ہے۔ اللہ آپ کے ان خوب صورت دیدوں پر رحم کرے۔"

"مجھے تمہاری اس بانکی جوانی پر رحم آجاتا ہے.... میرے ہاتھ سے تم ضائع ہو جاؤ گے ایک دن لالی، یالی اور چائے کی ٹوٹی پیالی۔" حسنہ غصے سے لال ٹماٹر ہو گئی۔

"باورچی خانے میں کھانے کے اور بھی لوازمات موجود ہوں گے۔ آپ کو بھی لال مرچیں ہی چبانے کو ملتی ہیں۔" لالی نے تاسف سے دائیں بائیں سر ہلایا۔

"میں تمہارے کسی دن اتنے ٹوٹے کروں گی کہ چیل کووں کو بھی نہیں ملیں گے۔" حسنہ سر سے پیر تک سلگ اٹھی۔ "سارے وجود کے ٹوٹے کر دیجیے گا صرف اس دل کو کچھ مت کہیے گا۔" لالی نے گویا گڑگڑا کر التجا کی۔

"کیوں؟" غصے میں حسنہ نے خوامخواہ پوچھ لیا۔

"اس معصوم دل میں یونیورسٹی کی حسینائیں اور ٹی وی اداکارائیں رہتی ہیں۔"

"تمہارے اس فتنے دل کو چکی کے پاٹوں میں رکھ کر پیسوں گی۔" حسنہ آگ بگولہ ہو اٹھی۔

"توبہ توبہ اتنا بے حیا، جمال کو بتاؤں گی۔ اس پر کڑی نگاہ رکھے۔" وہ سوچتے ہوئے لالی کو بغور دیکھتی رہی۔

"ایسے کیا دیکھ رہی ہیں جناب!" لالی معنی خیزی سے کھنکارا۔ حسنہ گڑبڑا کر رہ گئی۔

"ہونہہ، نجانے خود کو سمجھتے کیا ہو۔"

"آپ کی طرح خود کو تھانے دار تو ہرگز نہیں سمجھتا۔" لالی جوابی حملے کرنے میں کہاں چوکتا تھا۔

"چار دن ہوسٹل میں رہے ہو تو گھر میں بھی سکون رہا تھا اتنے دن۔" حسنہ جھلاتے ہوئے ذہن پر زور ڈال کر یہ سوچنے لگی تھی کہ وہ اس لالی کے بچے کو آخر کیا کہنے کے لیے آئی تھی اور پھر فضول سی تکرار میں دماغ الجھانے لگی۔

"آپ کے ہوتے ہوئے کم از کم اس گھر میں سکون تلاش کرنا ناممکن ہے۔" لالی نے دہائی دی۔

"میں تم سے کہنے آئی تھی۔ اماں کی دوائی کیوں نہیں لائے؟" بالآخر حسنہ کو لالی کے منہ لگنے کا اصل مقصد یاد آگیا تھا۔

"جمال بھائی لیتے آئیں گے۔" لالی نے اطمینان سے بتایا۔

"تم صرف روٹیاں توڑنے کے لیے ہو۔" حسنہ تنفر سے بولی۔

"کہہ سکتی ہیں۔" اس ڈھیٹ پر کون سا اثر ہوتا تھا۔ حسنہ ہر قسم کی بے عزتی کرکے دیکھ چکی تھی۔ اسی پل جمال بھی اندر داخل ہوا تھا۔ اس کے چہرے پر بے پناہ تھکن تھی۔ وہ ٹرک کے ساتھ اوکاڑہ گیا تھا۔ ابھی ابھی واپسی ہوئی تھی۔ یہ ٹرک منافع کے ساتھ لوٹا تھا۔ سو اسی لیے تھکاوٹ کے باوجود اک سرشاری کی کیفیت تھی جو رگ و جاں کو مسرور کر رہی تھی۔

"اماں کی دوائی لائے؟" حسنہ نے چھوٹتے ہی پوچھا۔

"دوائی بھول سکتا ہوں۔"

"روٹی لگاؤں۔" حسنہ نے اس کی تھکن کے خیال سے نرمی سے پوچھا تھا۔ اس نرم لہجے اور انداز پر لالی عش عش کر اٹھا۔

"روٹی کہاں لگانی ہے؟ کیا تندور میں؟" جمال نے حسنہ سے بھی زیادہ نرم لہجے میں پوچھا۔

"نہیں تو۔ روٹی تو میں توے پر پکا چکی ہوں۔"

"تو یوں کہو نا۔ دستر خوان لگانا ہے۔" جمال نے بغیر جتائے اپنے ازلی نرم لہجے میں سمجھایا۔

"تم بھی نا جمال بھائی!" حسنہ لالی کے سامنے خفت سے سرخ پڑ گئی تھی۔

"ہونہہ مجھے پتا ہے۔" وہ حسنہ ہی کیا جو کچھ سمجھنے کی کوشش کرے۔

"خاک پتا ہے۔" لالی کی زبان پر پھر سے کھجلی ہونے لگی۔

"ہاں۔۔۔ ہاں کچھ نہیں پتا تم دونوں تو شکر ہے عالم فاضل ہو نا۔" حسنہ غصے سے پاؤں پٹختی باہر نکل گئی۔

☆ ☆ ☆

پھوپھو صبح صبح اسے زنیرا باجی کے گھر چھوڑ گئی تھیں۔ زنیرا باجی کی آج بھی طبیعت ٹھیک نہیں تھی۔ وہ مقامی کالج میں پڑھاتی تھیں اور خرابی طبیعت کے باوجود کالج روانہ ہو گئی تھیں۔

سومیہ دونوں بچوں کے ہمراہ ٹی وی لاؤنج میں بیٹھی تھی۔ وہ بچوں کو چھوٹے چھوٹے کھیل بتا رہی تھی۔ انہیں پوئمز سنا رہی تھی۔ حالانکہ بچے کافی چھوٹے تھے۔ ابھی کچھ بھی سمجھ نہیں سکتے تھے۔ بچوں کے ساتھ مصروفیت میں کافی وقت بیت گیا تھا جب ٹیلی فون کی گھنٹی نے سومیہ کو اپنی طرف متوجہ کر لیا تھا۔ پھوپھو کا فون تھا۔ وہ گھر پہنچ گئی تھیں اور سومیہ سے پوچھ رہی تھیں کہ وہ اس وقت کیا کر رہی ہے۔

"بچوں کے پاس بیٹھی ہوں۔ دونوں غنودگی میں ہیں کچھ دیر تک سو جائیں گے۔"

"بچے سو جائیں گے تو پھر تم کیا کرو گی؟" ایئر پیس سے پھوپھو کی آواز ابھری۔

"یہ تو آپ بتائیں۔ میں کیا کروں؟" وہ معصومیت سے بولی۔

"تم یوں کرو۔" پھوپھو نے سوچتے ہوئے کہا۔ "واشنگ مشین میں دیکھو' اگر کپڑے ہیں تو دھو لو۔ الماری میں دیکھنا استری کرنے والے کپڑوں کا بھی ڈھیر رکھا ہو گا۔ دل کیا تو استری کر لینا۔ خود کو مصروف رکھنا بیٹا! میں تمہیں اس لیے چھوڑ کر آئی ہوں کہ کچھ تو ماحول بدلے۔ اپنے گھر میں ہر وقت کمرے میں گھسی رہتی ہو۔ کہیں آتی جاتی نہیں ہو۔"

"ہمارا ہے ہی کون پھوپھو! جس کے گھر آنا جانا لگا رہے۔ باجیاں ہیں تو وہ بھی انتہائی مصروف۔ نجانے زنیرا باجی کب تک آئیں گی۔" سومیہ سوئے ہوئے بچوں کو دیکھتے ہوئے آہستگی سے بولی۔

"دو بجے تک آجائے گی۔ گھبرانا مت۔" پھوپھو نے نرمی سے تاکید کی۔ "اور کچھ کھا بھی لینا بھوکی مت بیٹھی رہنا۔"

"جی اچھا۔۔۔" سومیہ کا دل بے حد برا ہو رہا تھا۔ فون رکھنے کے بعد وہ بے دلی سے بیٹھی رہی۔ زنیرا با



سمیرا کے گھر وہ آج سے پہلے کبھی تنہا نہیں آئی تھی۔ ہمیشہ پھوپھو ساتھ ہوتی تھیں۔ پہلی مرتبہ پھوپھو نے اسے تنہا زنیرا باجی کے گھر چھوڑا تھا اور سومیہ کے دل میں خوامخواہ کے وسوسے آ رہے تھے۔ بے معنی سوچوں سے چھٹکارے کی غرض سے اس نے مشین لگا کر کپڑے دھونے شروع کر دیے تھے۔

باجی کی کام والی صبح سویرے آجاتی تھی۔ بچوں کو سنبھالنے کی ذمہ داری بھی اسی کی تھی۔ مگر آج شاید وہ چھٹی پر تھی اور شاید اسی لیے پھوپھو اسے یہاں چھوڑ گئی تھیں۔

جب تک کپڑوں کی دھلائی ہوتی رہی وہ ساتھ ساتھ کپڑے بھی استری کرتی رہی۔ تھوڑی تھوڑی دیر بعد وہ کمرے میں جھانک کر بچوں کو بھی ایک نظر دیکھ آتی تھی۔ بچے ابھی تک سو رہے تھے۔ شاید باجی نے انہیں اتنی دیر تک سلانے کی عادت ڈال رکھی تھی۔

وہ باجی کے بیڈ روم میں استری شدہ کپڑے رکھ رہی تھی جب ڈور بیل بج اٹھی۔

"ہائے۔۔۔ یہ کون آگیا۔" سومیہ حد درجہ خوف زدہ ہو گئی۔ بیل متواتر بج رہی تھی۔ سومیہ اس خدشے کے پیش نظر دروازے تک آئی تھی کہ مسلسل بجتی گھنٹی کی آواز سے بچوں کی نیند نہ خراب ہو۔

"کون؟" لاکھ چاہنے کے باوجود وہ اپنی آواز کی لرزش پر قابو نہیں پا سکتی تھی۔

"میں ہوں سہیل۔ دروازہ کھولو۔"

"سہیل بھائی' اس وقت۔" سومیہ نے حیران نظروں سے گھڑی کی طرف دیکھتے ہوئے دروازہ کھول دیا۔

"سومیہ تم۔" سہیل بھائی جو بہت عجلت میں دکھائی دے رہے تھے۔ سومیہ کو اپنے گھر میں دیکھ کر ٹھٹک گئے۔

"جی۔" وہ محض سر ہلا کر رہ گئی تھی۔ اپنی اس وقت موجودگی کا بھلا کیا جواز پیش کرتی کہ پھوپھو اس کا ماحول بدلنے کی بنا پر یہاں چھوڑ کر گئی ہیں۔

"کس کے ساتھ آئی ہو؟" سہیل بھائی نے اپنی حیرت پر قابو پا لیا تھا۔

"پھوپھو چھوڑ کر گئی ہیں۔۔۔ ماسی آج چھٹی پر تھی۔ بچے تنہا تھے' اس لیے۔" سومیہ نے جھجکتے ہوئے وضاحت کی۔

"زنیرا کو تمہاری آمد کے بارے میں علم ہے؟" وہ کچھ سوچتے ہوئے پوچھ رہے تھے۔

"شاید پھوپھو نے بتایا تو ہو گا۔"

"بچے کہاں ہیں؟" وہ اپنے کمرے کی طرف بڑھتے ہوئے ذرا رک کر پوچھنے لگے۔ سومیہ اپنی جھونک میں سہیل بھائی کے پیچھے چل رہی تھی۔ ان کے رکنے پر اس کا سر ان کے کندھے سے ٹکرا گیا۔

"سوری۔" وہ بری طرح شرمندہ ہو گئی۔

"اٹس اوکے۔" انہوں نے کمرے کا دروازہ کھولا تو بچے بیڈ پر سوئے ہوئے نظر آئے۔ وہ کپڑوں کے ڈھیر سے بچتے بچاتے بیڈ تک گئے تھے۔

"یہ تم کن کاموں میں الجھی ہوئی ہو۔" سہیل بھائی نے کافی ناراضی سے کپڑوں کی اتنی بڑی گٹھری کی طرف دیکھا۔ "جس کا کام ہے وہ خود آکر کر لے گی۔"

"کپڑے استری تو ہو گئے ہیں۔۔۔ بس الماری میں سیٹ کرنے ہیں۔" سومیہ نے سر جھکا کر ہینگ شدہ کپڑوں کو اٹھانا شروع کر دیا۔ تھوڑی تھوڑی دیر بعد وہ چپکے سے چھوٹی سی گھڑی پر نگاہ بھی ڈال لیتی تھی جو کہ بیڈ سائیڈ ٹیبل پر رکھی تھی۔ ہر دفعہ غیر ارادی نظر سہیل بھائی کی طرف بھی اٹھ جاتی۔ وہ گڑیا کے ساتھ ہی لیٹ چکے تھے اور دھیرے دھیرے اپنی کنپٹیاں دبا رہے تھے۔ سومیہ نے کچھ غور کیا تو خیال آیا۔ سہیل بھائی کی آنکھیں بہت سرخ تھیں۔ چہرہ بھی لال ہو رہا تھا۔ شاید ان کی طبیعت ٹھیک نہیں تھی۔ تب ہی وہ اس وقت گھر چلے آئے تھے۔ سومیہ نے جلدی جلدی کام سمیٹا اور باہر آگئی۔

گھڑی نے تین بجائے تو وہ وحشت زدہ سی ہو گئی۔ باجی ابھی تک نہیں آئی تھیں۔ جبکہ سومیہ کو فکر اور بھوک نے ادھ موا سا کر دیا تھا۔ کئی مرتبہ پھوپھو کو فون کرنے کے بعد وہ مایوس سی قالین پر بیٹھ گئی تھی۔ بیل

تو مسلسل جا رہی تھی مگر پھوپھو نجانے کہاں تھیں۔ شاید سو گئی تھیں یا پھر کسی کام کے سلسلے میں گھر سے باہر نکلی تھیں۔

"کچھ دیر بعد گڑیا کے رونے کی آواز سنائی دی تھی۔ پھر سہیل بھائی بچی کو اٹھا کر باہر نکل آئے۔ اسے قالین پر بیٹھا دیکھ کر پہلے تو وہ ٹھٹک گئے پھر بری طرح شرمندہ ہو گئے تھے۔

"آئم سوری سومیہ! مجھے تو خیال نہیں رہا تھا کہ تم بھی یہاں ہو۔ میری طبیعت خراب تھی۔ دوا کھا کر سو گیا تھا۔ تم ہی جگا دیتیں۔ کچھ گھر میں موجود ہے یا کھانا منگوا لوں۔ تم بھی ضرور بھوکی ہو گی۔ مجھے خود سے خیال ہی نہیں آیا۔"

وہ بولتے ہوئے فون اسٹینڈ کی طرف بڑھ گئے۔ گڑیا فرش پر منتقل ہو چکی تھی۔ سومیہ اس کے ریں ریں کرنے سے پہلے دودھ کی بوتل اٹھا کر لے آئی تھی۔ سہیل بھائی فون سے فارغ ہو کر اس کی طرف متوجہ ہوئے۔ اب ان کی طبیعت پہلے سے کافی بہتر لگ رہی تھی۔

"تم جوس وغیرہ لے لیتیں۔ فروٹ بھی فریج میں رکھا ہو گا۔ یقیناً" کچھ نہیں کھایا ہو گا۔ میں بھی بلا کا بھلکڑ ہوں۔" وہ خود کلامی کے انداز میں بولتے ہوئے کچن کی طرف بڑھ گئے۔ سہیل بھائی کو میز پر پلیٹیں رکھتے دیکھ کر مجبوراً سومیہ کو کہنا پڑا۔

"میں برتن لگاتی ہوں سہیل بھائی! آپ پلیز بیٹھ جائیں۔"

"اٹس اوکے، میں کر لیتا ہوں۔ یہ کون سا پہاڑ توڑنے سے بڑا کام ہے۔ تم نے پہلے ہی خواہ مخواہ کپڑوں کے ڈھیر دھوئے اور استری کیے ہیں۔ ماسی نے کر لینا تھے۔ بھی کبھار آتی ہو اور فضول کاموں میں لگی رہیں۔"

"میں فارغ ہی تھی سو اور کیا کرتی۔" سومیہ نے پھر سے گھڑی کی طرف دیکھا۔ چار بجنے میں کچھ ہی منٹ باقی رہ گئے تھے۔

اسی پل ڈور بیل بجنے لگی۔ سہیل بھائی باہر نکل گئے۔ واپس آئے تو ان کے ہاتھ میں بڑا سا شاپر تھا۔ جس کے اوپر "فرائی چکس" بڑے بڑے حروف میں لکھا تھا۔ انہوں نے شاپر سومیہ کے ہاتھ میں پکڑا دیا۔ سومیہ خاموشی سے کچن کی طرف بڑھ گئی تھی۔ وہ ڈرم اسٹکس' کباب' ایگ رول اور چپس پلیٹوں میں نکال کر لائی تو سہیل بھائی گڑیا کے ساتھ مصروف تھے۔ نتی بھی اٹھ کر آ گیا تھا۔ سہیل بھائی بچوں کو چپس کھلاتے ہوئے گاہے بگاہے سومیہ کی طرف بھی دیکھ رہے تھے۔ جو خاموشی سے کھا رہی تھی۔ وہ کھا چکی تو سہیل بھائی نے اس سے کہا۔

"زحمت نہ ہو تو مجھے چائے بنا دو۔"

"ابھی بنا کر لاتی ہوں۔" سومیہ خالی پلیٹیں اٹھا کر کچن کی طرف بڑھ گئی۔ جب وہ چائے کا مگ اٹھا کر باہر آ رہی تھی تو اس نے سہیل بھائی کو فون پر مصروف پایا۔ اس نے مگ سہیل بھائی کے سامنے رکھ دیا اور خود گڑیا کو گود میں اٹھا کر سہیل بھائی کے فون بند کرنے کا انتظار کرنے لگی۔

"باجی کب تک آئیں گی؟" سومیہ نے بے چینی سے پہلو بدلتے ہوئے بالآخر پوچھ ہی لیا۔ "اس کی واپسی تو رات تک ہو گی۔ شاید گیارہ بارہ بجے تک آئے۔" سہیل بھائی نے موبائل میز پر رکھتے ہوئے بتایا۔

"اتنی دیر سے کیوں؟" وہ الجھ کر بولی۔

"کیا تمہیں نہیں پتا۔" انہوں نے حیرت سے پوچھا۔

"نہیں۔" سومیہ نے نفی میں سر ہلایا۔

"کمال ہے..... تمہیں آنٹی نے بھی نہیں بتایا۔" وہ خود بھی حیران رہ گئے۔

"نہیں۔"

"زنیرا تو بچیوں کے ٹرپ کے ساتھ اسلام آباد گئی ہے۔" وہ بتا رہے تھے۔

"اچھا..... " سومیہ ششدر ہی تو رہ گئی۔ "پھوپھو نے مجھے کیوں نہیں بتایا؟"

"یہ تو پھوپھو کو ہی پتا ہونا چاہیے۔" وہ ہنس پڑے تھے۔ "تمہارے چہرے پر کیوں ہوائیاں اڑنے لگی



ہیں۔"

"مجھے گھر جانا ہے۔"

"تو میں ابھی چھوڑ آتا ہوں۔" وہ نرمی سے بولے۔

"مجھے اسی وقت جانا ہے۔" سومیہ بے چینی سے اٹھی۔

"بابا! ابھی چھوڑ آتا ہوں۔ چائے تو پی لینے دو۔" انہوں نے سومیہ کو تسلی دینا چاہی۔

"مجھے آنا ہی نہیں چاہیے تھا۔ انکار کر دیتی' زبردستی تھوڑی تھی۔" وہ سوچوں کے تانوں بانوں میں الجھنے لگی۔

"ایک بات تو بتاؤ سومیہ!" وہ اس کا دھیان بٹانے کی غرض سے بولے۔

"جی۔" سومیہ چونک کر ان کی طرف متوجہ ہوئی۔

"تم نے اسٹڈیز کیوں ڈراپ کر دی۔"

"بس ایسے ہی۔" ہمیشہ کی طرح اسے کوئی جواز نہیں سوجھا تھا۔

"ایسے ہی اپنا فیوچر داؤ پر لگا دیا۔ تمہیں آگے پڑھنے کا شوق نہیں تھا؟ کالج جاتیں' فرینڈز بناتیں' رنگوں سے کھیلتیں' کتابوں سے باتیں کرتیں۔ کالج کی دنیا تو بہت رنگین ہوتی ہے۔ بڑا سنہرا دور ہوتا ہے جو تمام عمر اچھی یاد کی طرح ذہن میں محفوظ رہتا ہے۔ لوگوں سے ملنا' باتیں کرنا' اپنے خیالات کا اظہار کرنا' کچھ مقابل کی باتوں کو سننا' رویوں کو سمجھنا' لہجوں کو جانچنا' نگاہ کے مفہوم جاننا' چہرے پڑھنا۔ شعور کی انگلی کو پکڑا ہوتا تو آج تم کسی مقام پر پہنچی ہوتیں کیا تم نے آج تک اپنے اندر کسی کمی کو نہیں تلاشا؟" سہیل بھائی کا لہجہ کس قدر دھیما اور پراثر تھا۔ سومیہ ان کے لہجے کے بہاؤ میں بہنے لگی۔

"سومیہ.....!" سہیل بھائی نے گلا کھنکار کے اسے اپنی طرف متوجہ کیا۔ گڑیا اور نتی کھیل میں مصروف ہو چکے تھے۔

"جی۔" وہ چونک کر سیدھی ہوئی۔ پھر کچھ سوچتے ہوئے آہستگی سے بولی۔ "میرے اندر صرف ایک کمی نہیں۔ ایک طویل لسٹ ہے' کیا کیا بتاؤں۔ اعتماد کی کمی

"اخلاق تو تمہارا بہت اچھا ہے..... اور تعلیم کم ہے تو کیا ہوا۔ بس دماغ کی بند کھڑکیوں کو کھول لو۔" انہوں نے نرم لہجے میں بڑی کھری بات کی تھی۔

"یہ کام بھی میرے اختیار میں نہیں۔ میرے اندر سستی اور بیزاری کوٹ کوٹ کر بھری ہے۔" سومیہ نے بے بسی سے بتایا۔

"یہ تو اور بھی پریشان کن صورت حال ہے۔ تمہارے اندر بیزاری اس "گھٹن" کی وجہ سے ہے جسے کوئی روزن کوئی دریچہ نہیں مل رہا۔"

"کوئی روزن ملے بھی کیسے۔" سومیہ نے خود کو اور بھی بے بس پایا۔ ایک تو وہ اپنے دماغ میں چھڑی جنگ کسی سے بھی شیئر نہیں کر سکتی تھی۔ ایک شکی ساتھی کا ہونا کس قدر ضروری ہوتا ہے۔ سومیہ کو اس پل اپنا آپ اور بھی تنہا اور اداس لگا۔

"شادی کر لو۔" انہوں نے اطمینان سے ایک حل پیش کیا۔ "تمہارا ماحول ہی نہیں۔ یہ گھٹن زدہ ذہن ہی نہیں تم ٹوٹلی چینج ہو جاؤ گی۔"

"کس سے؟" سومیہ نے ایک بے تکا سوال بے دھیانی میں کر دیا۔

"اگر تو یہ سامنے کھیلتے دو بچے نہ ہوتے۔ یا پھر مجھ پر شادی شدہ کا لیبل نہ لگ چکا ہوتا تو میں اپنا پرپوزل تمہارے سامنے پیش کر دیتا۔"

سہیل بھائی نے اطمینان سے کہا تھا۔ سومیہ جو سر جھکائے بیٹھی تھی ایک دم غصے سے لرز کر سہیل بھائی کی طرف دیکھنے لگی۔ سومیہ کو ان سے اس بے باکی کی امید نہیں تھی۔ وہ غصے میں کچھ بولنا چاہتی تھی مگر سہیل بھائی کی طرف دیکھ کر خاموش ہو گئی۔ جو کہ بہت ہی سادہ انداز میں مسکرا رہے تھے۔ ان کے چہرے پر اجلی سی مسکان پھیلی تھی۔

"پگلی لڑکی! تم بہت معصوم ہو جھلی! یہ اللہ کی اتنی وسیع دنیا ہے۔ اور اللہ پاک نے تمہارے جوڑ کا آدمی بھی ضرور بنایا ہو گا اور وہ جو کوئی بھی ہو گا۔ بہت ہی خوش قسمت ہو گا۔ ایسے سچے موتی جیسے قیمتی لوگ

...انھوں نے شفقت سے کہا۔

"میں ایسی تعریفوں کے قابل نہیں ہوں۔ اتنی عام سی، معمولی سی تو ہوں۔" وہ احساس کمتری کا شکار نہیں تھی مگر جھوٹ بولنا بھی اسے گوارا نہیں تھا۔ وہ سچ کہہ رہی تھی۔ اگر اس کی شکل کچھ اچھی ہوتی تو پھوپھو کے سر سے اس کا بوجھ کب کا اتر چکا ہوتا۔ وہ بے چاری اس کے غم میں گھل گھل کر آدھی ہو رہی تھیں۔

"تم میں اتنی خوبیاں ہیں... جو کہ خود تمہارے علم میں بھی نہیں۔" سہیل بھائی نے اپنی طرف لپکتی گڑیا کو گود میں اٹھا کر کندھے سے لگا لیا۔

"آپ مجھے جانتے ہی کتنا ہیں۔" وہ جھینپ کر مسکرا دی۔ اپنی تعریفوں پر اسے ہنسی آ رہی تھی۔

"تم حیران ہو گی۔ میں تو کافی عرصے سے تمہارا مطالعہ کر رہا ہوں۔"

"اچھا..." سومیہ کی آنکھیں تحیر سے پھیلتی چلی گئیں۔ "پھر کیا جانا میرے بارے میں؟"

"یہ کتاب جس کا عنوان سومیہ حسن مراد ہے' جتنی معصوم' شفاف اور واضح ہے اسی قدر الجھنوں کا شکار بھی... اختتام کے بعد بھرپور تبصرہ کروں گا۔ تب تک انتظار کرو۔" وہ سادہ سے انداز میں مسکرا دیے۔ "تم بچوں کو کپڑے چینج کروا دو پھر میں تمہیں چھوڑ آتا ہوں۔"

سہیل بھائی اٹھ کر کمرے میں چلے گئے تھے۔

☼ ☼ ☼

وہ بچوں سمیت باہر نکل رہے تھے جب پھوپھو سامنے سے آتی دکھائی دیں۔

"آپ کہاں رہ گئی تھیں۔" سومیہ پھوپھو کو دیکھتے ہی پھٹ پڑی۔ پھوپھو نقی کو اٹھا کر چومتے ہوئے مسکرا دیں۔

"مجھے یقین تھا کہ میری بیٹی شدید غصے میں بھنا رہی ہو گی۔" پھوپھو نے پیار سے اسے ساتھ لگایا۔ "بور تو نہیں ہوئی' بچوں کے ساتھ اچھا وقت گزرا ہو گا۔"

...آپ کی بیٹی کو بور تو نہیں ہونے دیا۔"

"تم کب آئے؟" پھوپھو اب داماد کی طرف متوجہ ہوئی تھیں "تم نے تو آٹھ بجے آنا تھا۔"

"میری آج نائٹ ڈیوٹی ہے۔ ابھی کچھ دیر تک نکلوں گا۔"

"او... اچھا' اچھا۔" صاف پتا چل رہا تھا۔ پھوپھو کو سہیل بھائی کی موجودگی ناگوار گزری ہے۔ انہیں اندازہ نہیں تھا کہ وہ آج گھر آجائیں گے۔ خرابیٔ طبیعت کی وجہ سے انہیں ہسپتال سے گھر آنا پڑا تھا۔ ورنہ پھوپھو سومیہ کو کبھی تنہا رہنے کی اجازت نہ دیتیں۔ وہ سومیہ کے معاملے میں بہت حساس تھیں۔

"تم خیر سے جاؤ' میں اور سومیہ بچوں کے پاس ہیں۔" پھوپھو نے نرمی سے کہا۔

سہیل بھائی کے جانے کے بعد پھوپھو کچن میں گھس گئی تھیں۔ رات کے لیے سالن پکانا تھا۔ سومیہ اب پرسکون سی بچوں کے ساتھ کھیلنے میں مصروف ہو گئی تھی۔ پھوپھو کی موجودگی میں ہمیشہ اسے تحفظ کا احساس رہتا تھا۔

پھوپھو گھنٹہ بھر بعد کچن سے فارغ ہو کر باہر نکلی تھیں۔ اتنی دیر تک بچے سو چکے تھے۔ پھوپھو نے سومیہ سے پوچھا۔

"روٹی بنا دوں؟ یا کچھ دیر بعد کھاؤ گی۔"

"ابھی بھوک نہیں ہے۔" سومیہ نے نفی میں سر ہلایا۔ وہ حیرت سے سوچ رہی تھی کہ پورا دن اسے ہلکا سا سر درد بھی محسوس نہیں ہوا تھا۔ پہلے کی نسبت آج وہ خود کو فریش محسوس کر رہی تھی۔ سب سے زیادہ حیرانی اس بات پر تھی کہ اسے نیند کے جھونکوں نے نہیں ستایا تھا ورنہ تو ہر وقت ہی ذہن غنودگی کی زد میں رہتا تھا۔ سانسیں بھی ہموار چل رہی تھیں۔ یعنی آج کے دن وہ خود کو ہر لحاظ سے فٹ محسوس کر رہی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ ایک دم وہ اور بھی ہلکی پھلکی سی ہو گئی۔ اپنے مزاج کی اس تبدیلی نے سومیہ کو ورطۂ حیرت میں ڈال کر دیا تھا۔

"سومی! کیا سوچ رہی ہو۔" پھوپھو نجانے کب اس



تک نہیں ہوا۔

"کچھ نہیں۔" وہ چونک کر سیدھی ہوئی۔

"سارا دن کیا کرتی رہیں؟" پھوپھو نے ناقابل فہم سے انداز میں پوچھا۔ سومیہ نے تفصیل سے بتایا۔

"سہیل کب آیا تھا؟" انہوں نے لہجے کو سرسری سا بنا کر پوچھا۔

"شاید دو بجے کے قریب۔" سومیہ نے سوچتے ہوئے جواب دیا۔

"مجھے خبر نہیں تھی۔ سہیل گھر آجائے گا۔ ورنہ میں تمہیں کبھی نہ بھیجتی۔" وہ خود کلامی کے سے انداز میں گویا ہوئی تھیں۔

"ان کی طبیعت ٹھیک نہیں تھی۔"

"ہونہہ' پتا نہیں۔" پھوپھو نے سر جھٹکا۔ "کوئی بات تو نہیں کی سہیل نے؟" کچھ دیر سوچنے کے بعد پھوپھو نے بے چینی چھپاتے ہوئے پوچھ ہی لیا۔

"کیسی بات؟" سومیہ نے حیرانی سے پھوپھو کی طرف دیکھا۔ نجانے کون سی بات پھوپھو پوچھنا چاہ رہی تھیں۔ سہیل بھائی نے تو کافی ساری باتیں کی تھیں۔ مگر ان بے ضرر باتوں کی وضاحت بھلا کیا کرتی۔

"کسی بھی قسم کی فضول بات؟" حالانکہ وہ اچھی طرح سے جانتی تھیں کہ ان کا یہ داماد کس قدر تہذیب یافتہ اور شائستہ مزاج ہے مگر مرد کا بھلا کیا بھروسہ کسی بھی وقت بدل سکتا ہے۔ وہ اپنے خدشات سومیہ تک پہنچا نہیں سکتی تھیں۔

"نہیں' سہیل بھائی بھلا فضول بات کیسے کر سکتے ہیں۔" سومیہ نے شدت سے نفی میں سر ہلایا۔

"ہاں' یہ بات تو ہے۔" پھوپھو نے تائیدی انداز میں ہنکارا بھرا۔ "خیر چھوڑو آئندہ احتیاط کروں گی... میری بیٹی! تم سیدھی سادی ہو۔ مجھے خود ہر پہلو پر غور کرنا چاہیے تھا۔"

تقریباً گیارہ بجے کے قریب زنیرا باجی گھر آ گئی تھیں۔ سومیہ رات رکنے کے لیے تیار نہیں تھی۔

"پھوپھو! گھر چلیں۔" اس نے کوئی تیسری مرتبہ

"اتنی رات کو... صبح چلے جانا۔" زنیرا باجی برتن سمیٹتے ہوئے بولیں۔

"تو اور کیا۔ اس پہر میں تو کبھی تمہیں ہمراہ لے کر گھر سے نہ نکلوں۔" پھوپھو جمائی روکتے ہوئے سونے کے لیے اٹھ گئی تھیں۔

سومیہ بھی دودھ کا گلاس ختم کر کے پھوپھو کے پیچھے چلی آئی۔ پھوپھو سونے کی تیاریوں میں بھی تھیں اور نجانے کیوں سومیہ کو بھی پلنگ پر لیٹتے ہی نیند نے اپنی لپیٹ میں لے لیا۔

"سومیہ کے لیے کوئی مناسب رشتہ دیکھیں امی..." نجانے رات کا کون سا پہر تھا جب ہلکی ہلکی سرگوشی نما آوازوں نے سومیہ کو جگا دیا تھا۔

"دیکھ تو رہی ہوں... کہیں بات بنے تب نا۔" پھوپھو کی آواز میں بے بسی نما بیزاری تھی۔ آئے دن آنے والے مہمانوں سے پھوپھو بے چاری بھی شاید عاجز آ چکی تھیں۔

"بات بنتی نہیں بنائی جاتی ہے۔" زنیرا باجی کا انداز ناقابل فہم تھا۔

"کیا مطلب؟" پھوپھو کو غصہ آ گیا۔

"آپ اگر ہر رشتے میں معمولی سی کمی دیکھ کر ریجیکٹ کرتی رہیں گی تو پھر سومیہ کی شادی کا خیال بھی دل سے نکال دیں۔"

"تو کیا بازو سے پکڑ کر گھر سے دھکیل دوں۔ ایسے ویسے کسی کلرک' ڈسپنسر کے ہاتھ میں بچی کا ہاتھ تھما دوں۔" پھوپھو کو اور بھی غصہ آ گیا۔

"پچھلے دنوں جو سہیل کے ایک کولیگ ڈاکٹر کا پرپوزل آیا تھا اسے خوامخواہ آپ نے ریجیکٹ کیا تھا۔ سہیل بھی باتوں باتوں طنز کرتے رہتے تھے کہ شاید آنٹی سومیہ کی شادی کرنا ہی نہیں چاہتیں۔" زنیرا باجی کی آواز میں ایک ٹھہراؤ تھا۔

"سہیل نے اس طرح کہا؟" پھوپھو کو گویا یقین نہیں آیا تھا۔ "اس گنجے ڈاکٹر کی پانچ چالاک بہنوں کے بیچ اپنی بچی کو کھپا ڈالتی۔"

کے اچھے بھلے رشتوں کو جواب دیں گی تو سہیل کے علاوہ اردگرد رہنے والے لوگ بھی پوچھنے لگیں گے۔" باجی نے تحمل سے سمجھانا چاہا۔

"کون سے لوگ؟" پھوپھو چونکیں۔ سومیہ نے سختی سے آنکھیں میچ لی تھیں تاکہ پھوپھو اور باجی اسے سوتا ہی سمجھتی رہیں۔

"سکینہ آنٹی ـــــ سمیرا کی ساس۔" باجی نے ناگواری سے بتایا۔ "وہ بھی پچھلے دنوں میری عیادت کے لیے آئی تھیں تو پوچھ رہی تھیں۔"

"اس عورت کو تو ٹھسکے لینے کی لت لگ چکی ہے۔" پھوپھو ناراضی سے بولیں۔ "ایسی بھی بھاری نہیں میری بچی مجھ پر۔" سومیہ بے بسی سے آنکھیں موندے اس محبت اور اپنائیت کو دل میں جذب کرتی رہی۔

پھوپھو کے علاوہ اس کا بھری دنیا میں تھا ہی کون۔ اس نے اپنا ہر رشتہ پھوپھو میں ہی تلاشا تھا۔

"سومی! میری بچی نیند نہیں آرہی۔" سومیہ کی پلکوں کی لرزش نے شاید پھوپھو کو اپنی طرف متوجہ کر لیا تھا۔ "نئی جگہ میں سومیہ کو نیند کبھی نہیں آئے گی۔ میں نے غلط ہی کیا ہے۔ رات رکنے کی بھلا کیا ضرورت تھی۔"

پھوپھو نے محبت سے اس کی پیشانی پر ذرا سا آگے ہو کر ہاتھ رکھا تھا۔ ناچار سومیہ کو آنکھیں کھول کر بتانا پڑا تھا کہ وہ کب سے جاگ رہی ہے۔ وہ نہ بھی بتاتی تب بھی پھوپھو جانتی تھیں کہ سومیہ آنکھیں بند کیے سوتی بن رہی ہے۔

☼ ☼ ☼
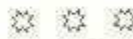
لالی لمبے سے بانس پر کپڑا لپیٹے جالے اتار رہا تھا۔ پھر میز پر چڑھ کے پنکھا صاف کرنے لگا۔

"تھانے دارنی جی! مجھ سے عالم بالا میں جو خطائیں ہوئی ہیں۔ میری روح نے آپ کی روح کو جو" "اور خدانخواستہ تکلیف پہنچائی ہے۔ طعنے دیے ہیں۔ طنز

کیوں آئے دن سولی پر چڑھا دیتی ہیں۔"

لالی کی آواز پورے گھر میں گونج رہی تھی۔ جمال نے ہنستے ہوئے سر جھٹکا اور اخبار چہرے کے سامنے پھیلا لیا۔

"تم سولی پر نہیں میز پر کھڑے ہو۔" اس نے اپنی موٹی موٹی آنکھوں سے لالی کو گھورا۔

"میری روح نے آپ کا کیا بگاڑا تھا جو آپ اوپر سے ہی میرے ساتھ شریکا کر آئی ہیں۔"

"تم بھٹکی ہوئی بدروح ہو۔" وہ خربوزے کھاتے ہوئے برجستہ بولی۔

"ایک بات کہوں۔ اگر آپ کے صحت مند وجود کو نظر نہ لگے تو۔" لالی نے شرارت سے آنکھیں نچائیں۔ جمال نے آنکھوں کے سامنے سے اخبار ہٹا کر لالی کو خاموش رہنے کا اشارہ کیا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ اب دونوں "جنگ" کے لیے تیار ہو رہے ہیں۔

"بکو ـــــ" حسنہ خربوزوں کی طرف متوجہ تھی۔

"آپ کا اور عابدہ پروین کا سائز ایک ہو رہا ہے۔ مت اتنا کھایا کریں۔ رحم کریں اپنے اس پہاڑ جتنے وجود پر۔" لالی چھلانگ لگا کر نیچے اترا تھا۔

"تم خود کیا ہو افتخار ٹھاکر!" حسنہ جل بھن کر بولی۔

"میں افتخار ٹھاکر ہوں۔" لالی کی صدمے کی شدت سے آواز پھٹ گئی۔

"تو اور کیا ہو۔" حسنہ نے نخوت سے کہا۔ "دوسروں کو دیکھ کر جلنا چھوڑ دو تو تھوڑا سا ماس تم پر بھی چڑھ جائے گا۔"

"مجھے چربی خود پر چڑھا کر کوئی ایوارڈ نہیں لینا۔" لالی مزے سے بولا۔ اسی پل کمرے سے اماں کی آواز آئی تھی۔ بہت سالوں سے اماں صرف بستر کی ہو کر رہ گئی تھیں۔ انہوں نے بولنا بھی بہت کم کر دیا تھا۔ ایک ہزار ایک بیماری کے ساتھ جنگ کرتے کرتے بالآخر وہ تھک چکی تھیں۔ یہ تو حسنہ تھی جس نے اپنی اکلوتی پھوپھی کو سنبھال رکھا تھا۔ ان کی تیمارداری، دیکھ بھال، کھلانا پلانا، نہلانا دھلانا سب حسنہ کے ذمہ تھا اور جمال



...احسان مند رہا تھا۔

"کیا بات ہے پھوپھی! کچھ چاہیے کیا؟" حسنہ پھوپھی کے نحیف سے کپکپاتے ہاتھ پر اپنا گداز ہاتھ رکھ کر پوچھنے لگی۔

"جمال کدھر ہے؟"

"جمال بھائی تو باہر ہیں۔"

"اسے بلاؤ۔" وہ کھانستے ہوئے بمشکل بولیں۔

"اچھا پھوپھی! ابھی بلاتی ہوں۔" حسنہ جھپاک سے باہر نکل آئی۔ "جمال بھائی! او جمال بھائی!" حسنہ نے برآمدے میں کھڑے ہو کر ہانک لگائی تھی۔

"کیا بات ہے حسنہ!" جمال نے نرمی سے پوچھا۔

"پھوپھی یاد فرما رہی ہیں۔"

"اماں نے مجھے نہیں یاد کیا۔" لالی کو ہر بات میں ٹانگ اڑانے کا شوق تھا۔

"نہیں۔" حسنہ نے رکھائی سے جواب دیا۔ جمال اماں کے کمرے کی طرف بڑھ گیا تھا۔ حسنہ اور لالی بھی پیچھے ہی چلے آئے۔

اماں بستر پر چت لیٹی رو رہی تھیں۔ ان کے گدلے آنسو جھریوں زدہ بیمار چہرے میں گم ہو رہے تھے۔ کمرے کا ماحول سوگوار تھا۔ اسی حساب سے لالی بھی اپنی چونچال بھول گیا۔ فوراً اماں کے سرہانے بیٹھ کر ان کا سر دبانے لگا تھا۔

"اماں! میری پیاری اماں! کیوں پریشان ہوتی ہیں۔ کیوں غم کرتی ہیں۔ میں ہوں نا۔" وہ اماں کے ہاتھ تھام کر لبوں سے لگا تا رقت بھری آواز میں بولا۔ "آپ اماں! آپ ہماری فکر نہ کریں۔ تھانیدارنی جی ہمارا خیال رکھتی ہیں۔ ہفتے میں ایک دفعہ گوشت پکا دیتی ہیں۔ باقی کا پورا ہفتہ اپنے کھیتوں کی سبزیاں یا دالیں کھلاتی ہیں۔ کبھی کبھی دل کرتا ہے آپ کے ساتھ ہی پلنگ پر بستر لگا کر لیٹ جاؤں۔ یخنی، سوپ، فروٹ جوس اور نجانے کیا کیا کھانے کو ملے گا۔ بس اماں آپ جلدی سے ٹھیک ہو جائیں۔"

"تاکہ تم اماں کی جگہ بستر سنبھال لو۔" حسنہ نے تڑخ کر کہا۔

"اللہ نہ کرے۔" اماں دہل سی گئیں۔ "میرا مولا تم سب کو لمبی حیاتی دے۔ واہی تباہی نہ بولا کر پتر!"

"اماں! میں جانتا ہوں آپ کو کون سا غم کھائے جاتا ہے۔" لالی ایک دم جذباتی ہو گیا۔

"آپ چاہتی ہیں جمال بھائی شادی کر لیں۔ ہمارے لیے ایک اصلاحی تنتناتی بھابھی لے آئیں۔ ابھی بھی آپ نے جمال بھائی کو اسی لیے بلایا ہے۔ اماں! میں آپ کے جذبات کی قدر کرتا ہوں۔ مگر یہ جمال بھائی نہیں کرتا۔ اسے آپ کی ذرا سی خواہش پوری کرنا کے ٹو سر کرنے کے برابر لگتا ہے اور یہ اس پہاڑ یعنی شادی کے پہاڑ پر نہیں چڑھنا چاہتا مگر میں اماں! آپ کا لالی اس نیک کام کے لیے بالکل تیار ہے۔ اگر ایمرجنسی نکاح چاہتی ہیں۔ تب بھی لالی دل و جان سے تیار ہے۔ ابھی سہرا منگوا لیں، مولوی کو بلوا لیں۔ دیگیں پکی پکائی لے آئیں گے۔ باقی کا جو کام ہے وہ جمال بھائی ہے نا بس۔"

"بس بھی کرو لالی!" لالی کی فراٹے سے چلتی زبان کو جمال کی بلند آواز نے بریک لگایا تھا جبکہ اماں کے بیمار چہرے پر نرم سی مسکراہٹ پھیل گئی۔

"بولنے دے نہ میرے پتر کو اسی کے دم سے تو رونق ہے۔" اماں نے محبت سے لالی کی طرف دیکھ کر کہا۔ لالی اپنی تعریف پر پھولے نہیں سما رہا تھا۔ جبکہ حسنہ لالی کی اس تعریف پر جل بھن گئی تھی۔

"اماں کوئی اہم بات کرنا چاہتی ہیں؟" جمال نے اماں کو یاد دلایا۔

"جی اماں! بولیے آپ میں سن رہا ہوں۔"

"جمال پتر! تو اب کوئی فیصلہ کر ہی لے۔" اماں نے التجائیہ کہا تھا اور یہ التجا تو وہ ایک ہزار ایک مرتبہ کر چکی تھیں۔

"کون سا فیصلہ!" لالی کے ساتھ ساتھ باہر نکلتی حسنہ بھی ٹھٹک کر رک گئی۔

"تم نے وعدہ کیا تھا پتر! ایک دفعہ جانے میں کیا حرج ہے۔" اماں لرزیدہ آواز میں کہہ رہی تھیں۔ "میری زندگی میں اسے لے آ پتر! میں آخری دفعہ اسے دیکھنا

ہوگی۔ میں اس کی صورت دیکھنا چاہتی ہوں۔"
"اماں! ایک سو مرتبہ آپ کے بتائے پتے پر جا چکا ہوں مگر وہ مکان بیچ کر کہیں جا چکی ہیں۔" جمال نے جھنجلا کر کہا۔
"تو اتنے یقین سے کیسے کہہ سکتا ہے کہ وہ مکان بیچ کر چلی گئی ہیں۔ کہیں ان کے ساتھ کوئی حادثہ تو نہیں پیش آ گیا۔" وہ خوف زدہ لہجے میں بولیں۔
"اماں! آپ بھی تو کئی مرتبہ جا چکی ہیں..... مگر گھر پر تالا لگا ہوتا ہے۔ بہت عرصہ تک وہ تالا اسی مکان کے گیٹ پر لگا رہا۔ اب کچھ عرصے سے وہاں کوئی اور لوگ آ گئے ہیں۔" جمال نے تفصیلاً "بتایا۔
"تم ان ہی لوگوں سے اس کا اتا پتا پوچھ لیتے۔" انہوں نے آس بھری نگاہ سے بیٹے کے چہرے کی طرف دیکھا۔
"اماں! آپ کو یقین نہیں آ سکتا۔ میں کئی مرتبہ وہاں گیا ہوں مگر بے فائدہ۔ کچھ پتا نہیں چل سکا کہ انہیں زمین کھا گئی ہے یا آسمان نگل گیا ہے۔" جمال نے ناگواری دبا کر کہا۔
"اماں! آپ کس کی بات کر رہی ہیں۔" حسن آراء نے جمال کے جانے کے بعد بے چینی سے پوچھا۔
"اللہ بخشے جمال کی دادی کی۔"
باہر سے ایک دم شور کی آواز سنائی دی تھی۔ پھر بوا حمیدن کمرے میں داخل ہوئیں۔
"لو جی اب تو خیر نہیں۔ میں چلتا ہوں۔" لالی نظر بچا کر باہر کی طرف بھاگا۔
"لو بس چپ دیا ذرا ادھر تو آ۔" بوا کی نظر بھی بلا کی تیز تھی۔ لالی کو مروتاً "آنا پڑا۔
"رشتے کے متعلق مت بتائیے گا بوا! میرا کم از کم آپ کی بتائی کسی لڑکی سے شادی کرنے کا کوئی ارادہ نہیں۔"
"لو اور سن لو۔" بوا فوراً" برا مان گئیں۔ "اتنی پیاری لڑکی ہے۔ گھرانہ بھی بہت اچھا ہے۔ بات تو میں نے جمال کے لیے کی ہے مگر وہ تو مانتا ہی نہیں۔ اسی لیے میں تو چاہتی ہوں لالی کی بات چلا دوں۔" بوا سرگوشیوں میں اماں سے مخاطب تھیں۔ آواز اتنی بلند تھی کہ لالی اور حسنہ دونوں تک باآسانی پہنچ گئی۔
"بوا! میں نے شادی نہ کرنے کا فیصلہ کر رکھا ہے۔ کئی مرتبہ تو بتا چکا ہوں۔" لالی جھنجلا کر بولا۔
"مگر کیوں؟" اماں کی آنکھوں میں اداسی اتر آئی۔ دونوں میں سے کوئی ایک بھی تو شادی کے لیے رضامند نہیں ہو رہا تھا۔ ورنہ ان کی تو خواہش تھی کہ حسنہ کی ان دونوں میں سے کسی ایک سے.....
"میں شادی کا رس گلہ کھا کر پچھتانا نہیں چاہتا۔" لالی نے کمال اطمینان سے کہا تھا۔ حسنہ فل فل کرتی میدان میں اتر آئی۔
"تم نے محاورے کو الٹا کر دیا ہے۔ ویسے تو بڑے پڑھے لکھے بنتے ہو۔" حسنہ کو بھی طنز کرنے کے لیے کسی خاص موقع کی ضرورت نہیں ہوتی تھی۔
"یہ ماڈرن دور ہے۔ لڈو کا زمانہ عرصہ ہوا لد گیا۔" لالی نے شرٹ جھاڑ کر نادیدہ سی سلوٹوں کو تلاشتے ہوئے کہا۔
"لڑکی ہیرا ہے ہیرا۔" بوا اب تعریفوں کے پل باندھنا شروع کر چکی تھیں ہمیشہ کی طرح۔ "اور ایسے ہیرے اپنے گھر میں ہی بھلے۔" لالی نے کانوں کو ہاتھ لگائے۔
"سچ کہہ رہی ہوں۔ ایسی لڑکی تم کو کہیں نہ ملے گی۔" بوا نے بغیر برا مانے پچکارتے ہوئے کہا۔
"تو میں کون سا لڑکی ڈھونڈنے کی مہم پر نکلنے والا ہوں۔" وہ لالی ہی کیا جو بات کو سمجھ جائے۔
"نیک، سمجھدار اور بے زبان سی بچی۔" بوا ٹھنڈی آہ بھر کر بولیں۔ "جس کھونٹے سے باندھو گے۔ خاموشی سے بندھ جائے گی اُف تک نہ کہے گی۔"
"تو صاف لفظوں میں بات کریں نا کہ لڑکی گونگی ہے۔" لالی فوراً" ایک نتیجے پر پہنچ گیا۔
"خدانخواستہ گونگی کیوں ہونے لگی۔" بوا پھر سے برا مان گئیں۔ "میں تو کہتی ہوں تمہارا یہ لڑکا بہت تیز



ہے اس کو تو رہنے ہی دو۔ جمال ہی ٹھیک ہے اسی کے سلسلے کو آگے بڑھاؤ۔"
"پر بوا! وہ مانے تب نا۔" اماں بے بسی سے بولیں۔
"ویسے تو تڑتڑ زبان چلتی ہے۔ بھائی کو شادی کے لیے رضامند نہیں کر سکتے۔" بوا نے توپوں کا رخ لالی کی طرف موڑا۔
"کر سکتا ہوں مگر کروں گا نہیں۔" لالی کا اطمینان قابل دید تھا۔
"وہ کیوں؟" بوا حیران ہوئیں۔
"اس لیے کہ پہلے حسن آرا بیگم کو اس گھر سے نکالنے کی تیاری کریں۔ آپ کیوں چاہتی ہیں بوا کہ ہماری بیویاں تھانے دارنی جی کے ہاتھوں جلد ہی اس جہان سے کوچ فرما جائیں۔" لالی کی آنکھوں میں شرارت ناچ رہی تھی۔
"تم لوگوں کو نہ دھکے دے کر نکال دوں۔ خبردار کسی نے میرے خلاف سازش کرنے کی کوشش کی۔" حسنہ جلبلا کر پلٹ آئی تھی۔
"ادھر تو آوے کا آوا بگڑا ہوا ہے۔ تم نے نہ دیکھیں ان تینوں کی شادیاں۔" بوا تاسف سے سر ہلا کر اماں سے مخاطب ہوئیں۔
"خدانخواستہ کیوں نہ دیکھیں گی۔ ہمارے تو بچوں کی شادیاں بھی اماں ضرور اٹینڈ کریں گی کیوں حسنہ!" لالی نے پاس کھڑی حسنہ کو ٹھوکا دیا۔
"تو اور کیا۔" حسنہ نے بھی بے خیالی میں سر ہلا دیا۔
"پر مجھے نہ یہ سعادت حاصل کرنے دینا۔" بوا کے انداز میں ملال ہی ملال تھا۔
"کیوں نہیں..... آپ جلد جمال بھائی کے ولیمے کا زردہ کھائیں گی بوا۔" لالی نے بوا کو پچکارا۔
"کیا لڑکی ڈھونڈ بھی لی۔" صدمے سے بوا کی آواز پھٹ کر رہ گئی۔ جیسے بوڑھے کا سنہری اور رسیلا موقع ہاتھ سے نکلنے والا تھا۔
"لڑکی ڈھونڈنے ہی تو نکلنے والا ہوں۔" لالی نے گویا دھماکہ کیا تھا۔ اماں اور حسنہ نے بیک وقت لالی کی طرف دیکھا تھا۔
"کیا مطلب؟" سب کی آنکھوں میں سوال ہی سوال تھے۔
"فائنل ایگزامز سے فارغ ہو لوں، مطلب پھر بتاؤں گا۔" لالی نے پراسرار انداز میں کہا۔
"اس چھوکرے کی چھوڑو، میری بات سنو۔" بوا نے اماں کو پھر سے اپنی طرف متوجہ کر لیا۔
"تھانید ارنی کو ایک مرتبہ میرے ساتھ بھیجو لڑکی پسند نہ آئی تو زبردستی کا ہے کی ہے۔"
"بوا! ایسی لڑکیاں تو آپ خود ہی ناپسند کر آتی ہو۔ پہلے ان کی تعریفوں میں زمین آسمان ایک کرتی ہو اور پھر بات بننے سے پہلے تمہیں ان میں کوئی خرابی نظر آجاتی ہے۔ مجھے تو لگتا ہے۔ تمہیں بھی سموسے پکوڑوں کا چسکہ لگ گیا ہے۔" یہ جرات تھانید ارنی کے علاوہ کوئی اور بھلا کر سکتا تھا۔ بوا کو کچھ نہ سوجھا تو حسنہ کی طرف سے ہو نہ کہہ کر رخ موڑ گئیں۔
اگلی صبح جمال تو کوہاٹ جانے کے لیے نکل گیا تھا جبکہ لالی کا قیام ان دنوں پھر سے ہوسٹل میں تھا۔

☼ ☼ ☼

امتحان سے فارغ ہو کر ہی لالی نے گھر کی راہ دیکھی تھی۔
"شہر میں ڈیرا لگا کر ہی بیٹھ گئے تھے۔" حسنہ نے لوہے کا پھاٹک کھولتے ہوئے کہا۔
"آپ نے تو شکرانے پڑھے ہوں گے۔ نیاز تقسیم کی ہوگی۔ مگر میں پھر بھی آ گیا ہوں۔ اپنی پیاری اماں کی خاطر۔" ماربل کے گرد آلود فرش پر چلتے ہوئے لالی نے اپنے ازلی لاپروا انداز میں کہا۔
"ہائی واوے تھانید ارنی جی! آج کیا گھر کی صفائی نہیں کی۔؟"
"نہیں۔" حسنہ رکھائی سے بولی۔ یہ رکھائی تو اس کے مزاج کا ایک حصہ بنتی جا رہی تھی۔
"وجہ پوچھ سکتا ہوں۔" وہ اس کے برابر چلتے ہوئے بولا۔
"میری مرضی۔"

دوسرے کی "مرضی" کو بھی مد نظر رکھ لیا کریں۔" لالی نے سادہ سے انداز میں کہا۔
"یہ اوکھی باتیں مجھ سے نہ کیا کرو۔" حسنہ نے ناگواری سے اسے دیکھا۔
"او سوری! میں ہمیشہ کیوں بھول جاتا ہوں کہ آپ نے الف انار کے قاعدے تک کو نہیں پڑھا۔"
لالی نے ہمیشہ کی طرح اس کی کند ذہنی پر چوٹ کی۔ حسنہ کا بھی اسکول میں دل ہی نہیں لگا تھا۔ رو رو کر پورا اسکول سر پر اٹھالیتی تھی۔ ماموں لاڈلی بیٹی کی آنکھوں میں آنسو نہیں دیکھ سکتے تھے۔ فوراً "نام" کٹوا کر گھر لے آتے۔ یوں حسنہ بیگم ب بکری تک تو پہنچ ہی نہیں سکی تھیں۔
"خود تو بڑے تیر مار لیے ہیں۔" حسنہ نے بھی بدلہ اتارنا چاہا۔
"عنقریب دیکھ لیجئے گا۔ ایک دوست کے توسط سے مجھے تو ابھی سے جاب کی آفر ہوئی ہے۔" لالی جان بوجھ کر اترایا۔
"تو کیا تم مستقل شہر میں شفٹ ہو جاؤ گے۔" حسنہ کا دل لمحہ بھر کے لیے رک رک کر چلنے لگا تھا۔ صحت مند سراپے کو اک گہری اداسی نے اپنی لپیٹ میں لے لیا۔
"آپ پر کیوں مردنی چھاگئی ہے۔"
"بک بک نہ کرو۔"
"تمہارے ساتھ مسئلہ کیا ہے؟"
"ایک ہزار ایک مسئلے ہیں۔ کون کون سا بتاؤں۔" لالی غم زدہ سا بولا۔ "خیر آپ مجھے پہلے سے کچھ کمزور دکھائی دے رہی ہیں۔ خدا خیر کرے، میری جدائی نے رنگ دکھایا ہے یا پھر مجھے تو لگتا ہے ڈائٹنگ وائٹنگ کا کوئی چکر نظر آرہا ہے۔"
"مجھے کیا پاگل کتے نے کاٹا ہے۔ براعظم امریکہ اور افریقہ کی ماڈلوں کی طرح سوکھ سوکھ کر کانٹا ہو جاؤں۔ رج کے روٹی کھاتی ہوں۔ اور وائٹنگ کے لیے مجھے کسی شے کی لوڑ (ضرورت) نہیں پڑتی۔ میں پہلے ہی

"چار کریموں کے فارمولے کا کمال ہے۔" لالی اس کی وائٹنگ کی وضاحت پر مسکراہٹ چھپانے کے لیے قدرے جھک گیا۔
"میں نہیں فارمولے کو سارتی۔" حسنہ کو غصہ آگیا۔
"پچھلے دنوں جب میں آیا تھا تو پھوپو کی بہن گھاس کاٹنے اور گوبر کے اپلے بنانے کا طریقہ پوچھنے تو نہیں آئی تھی۔" وہ بھی لالی تھا۔ اس کے اسٹاک میں باتوں کا انبار کبھی کم نہیں ہو سکتا تھا۔
"تو کسی کو بتا دینے کا یہ مطلب تو نہیں کہ بندہ خود بھی کریموں سے منہ رگڑ تا رہے۔" حسنہ نے ناراضی سے وضاحت کی۔ "میں تو پیدائشی گوری ہوں۔"
"آپ پیدائشی پھیکا شلجم ہیں، میں تسلیم کرلیتا ہوں، مگر اس پھیکے شلجم جیسے گالوں پر اترتی سرخیوں کا راز کیا ہے۔ اب اپنوں سے کیا پردہ مجھے تو کم از کم بتا دیجئے۔" لالی نے معنی خیزی سے حسنہ کے چہرے کو بغور دیکھا، حسنہ سچ مچ گھبرا گئی۔
"تو کیا میرا راز فاش ہو گیا۔" وہ فق چہرہ لیے گم صم بیٹھی رہ گئی تھی جبکہ لالی گنگناتے ہوئے اماں کے کمرے کی طرف بڑھ گیا تھا۔

☼ ☼ ☼

"جمال بھائی! تم سے ایک بات کرنا تھی۔"
"تو تمہیں اجازت کی ضرورت کیوں پیش آگئی؟"
جمال آج بہت مصروف تھا۔ حساب کتاب میں الجھا ہوا تھا۔
"میں دریاؤں کے رخ موڑنے والا ہوں۔" جمال کو اپنے کام میں مصروف دیکھ کر لالی نے بھنا کر کہا۔
"تو موڑ دو یار! مجھ سے پوچھنے کی کیا ضرورت ہے۔ جب اتنا انوکھا کام کرنے کا ارادہ کرلیا ہے تو میں تمہیں روکوں گا نہیں۔ موجوں نے نگلنے کی کوشش کی تو جمال بھائی کو مت پکارنا۔" وہ رجسٹر پر لفظ گھسیٹتے ہوئے بولا تھا۔



"بولو، کیا کہنا ہے؟" جمال نے سارے کاغذات دراز میں پٹخے۔ "سارا حساب غلط کروادیا ہے۔"
"جارہا ہوں میں۔" لالی نے اپنی جگہ کھڑے کھڑے تین مرتبہ یہ الفاظ دہرائے تھے۔
"یہ لے کمینے! پتے والی پرچی، جا اور جا کر اس گھر کی مالکن سے جوتے کھا۔ اپنی تھانے دارنی سے بھی زیادہ تنک چڑھی عورت ہے۔ ہڈیاں پسلیاں ٹوٹ گئیں تو اطلاع کردینا، میں ایمبولینس لے کر آجاؤں گا۔" جمال نے ایک مڑا تڑا کاغذ کا ٹکڑا والٹ میں سے نکال کر لالی کی طرف پھینکا جسے سینے سے لگا کر وہ مزے سے گنگنایا۔ ساتھ میں پرچی پر نگاہ دوڑائی۔ "مسز شبانہ اختر۔"
"یہ تو تم تھے جمال بھائی! شریف، کم گو اور ادب لحاظ والے، دیکھنا ذرا اس مالکن کے چھکے نہ چھڑوا کر آیا تو نام بدل دینا۔" لالی سینہ ٹھونک کر بولا اور پرچی جیب میں ٹھونس لی۔
"اس شریف عورت کو تنگ کرنے کا کوئی مقصد بھی ہے، اس بے چاری سے ایک ہی خطا سرزد ہوئی ہے نا کہ اس نے میری مرحومہ پھوپھی کا مکان خرید لیا ہے۔ وہاں جانا نرا بے کار ہے۔ ان لوگوں کو اس کا کچھ پتا نہیں یار! کسی کو خوامخواہ تنگ نہیں کرتے۔ یہ تو اماں کی ضد تھی جو میں دو، تین مرتبہ چلا گیا تھا۔ ورنہ وہاں جانے کا کوئی فائدہ نہیں۔" جمال نے بلا کی سنجیدگی سے کہا۔
"تو ایک کوشش مجھے بھی کرلینے دیں۔" لالی بھی یکایک سنجیدہ ہو چلا تھا۔
"اوکے، ایک کے بجائے ایک لاکھ کوششیں شوق سے کرو ــــ" جمال پھر سے اپنے کام کی طرف متوجہ ہو گیا تھا، جبکہ لالی کچھ سوچتے ہوئے سر ہلا کر پلٹ گیا۔

☼ ☼ ☼

اگلی صبح حسنہ دروازے میں کھڑی لالی جان

"تھانیدارنی جی! اندر آجایئے۔" لالی اسے دیکھ چکا تھا۔ اسی لیے فوراً نرمی سے بولا۔
"تم جارہے ہو؟" بالآخر کافی دیر چپ چاپ کھڑے رہنے کے بعد حسنہ نے پوچھ ہی لیا۔
"ہاں۔"
"آؤ گے کب؟"
"یہ تو پتا نہیں۔ البتہ اپنے مقصد میں کامیابی کے بعد ہی آؤں گا۔" لالی کا انداز دو ٹوک سنجیدہ تھا۔
"اگر کامیابی نہ ہوئی تو۔"
"آنا تو پھر بھی ہے نا۔ مقصد میں ناکامی کے بعد میرا خودکشی کا ارادہ نہیں ہے۔" لالی نے اطمینان سے ہاتھ جھاڑے۔
"کہیں تم شادی کرنے تو نہیں جارہے چھپ چھپا کے۔" وہ اپنے خدشے کو زبان دیے بغیر نہیں رہ سکی تھی۔ لالی اب کے بری طرح ٹھٹک گیا تھا۔ حسنہ کے لب و لہجے کی افسردگی، چہرے کی بے رونقی اور سرخ آنکھیں کچھ اور ہی داستان سنا رہی تھیں۔
"اگر ایسی بات ہے تو تم اس طرح سے شادی نہ کرو۔" وہ انگلیاں مروڑتے ہوئے رنجیدگی سے بولی۔
"تو پھر کس طرح سے کروں؟" لالی یکایک گویا ساتویں آسمان پر پہنچ گیا تھا۔ آنکھوں کی جگمگاہٹ ستاروں کو مات دینے لگی۔
"ٹھیک طریقے سے، دنیا کے دستور کے مطابق، بڑوں کی شمولیت کے ساتھ اس طرح تو سب کو دکھ ہو گا۔" وہ سارا اجلال بھول گئی تھی۔ لہجے کا ہمیشہ والا کھردراپن بھی مفقود تھا۔ نرم انداز میں بولنے کی وجہ سے آواز کا بھاری پن بھی غائب ہو گیا تھا۔
"کس کس کو دکھ ہو گا؟" لالی نے مسکراہٹ چھپا کر پوچھا۔
"اماں کو، جمال بھائی کو اور ــــ"
"اور کسے؟" لالی نے بے چینی سے پوچھا۔ حالانکہ اسے پوچھنے کی ضرورت نہیں تھی۔ جان تو وہ گیا ہی تھا۔

"پتا نہیں۔"
"اچھا تو پھر دنیا کے دستور کے مطابق کیسے شادی کروں۔" لالی نے بلا کی سنجیدگی سے پوچھا۔ "رشتہ بھجواؤں اس کے گھر' مگر کون لے کر جائے گا' اماں تو ظاہر ہے جا نہیں سکتیں۔"
"مم... میں اور کون۔"
"آپ جائیں گی' یعنی آپ۔" لالی چلا اٹھا۔
"تو اور کیا' جمال بھائی کے لیے لڑکی دیکھنے بھی تو جاتی رہی ہوں۔" وہ اپنی آزردگی چھپانے میں ہلکان ہو رہی تھی۔
"مگر میں آپ سب کو اس زحمت سے بچانا چاہتا ہوں۔"
"سرکاری طریقے سے شادی کرلو گے؟" نہایت یاسیت سے پوچھا گیا۔ سرکاری طریقے سے مراد شاید کورٹ میرج تھی۔
"میں ایسا بھی بے حیا نہیں ہوں۔" لالی برا مان گیا۔
"تو پھر؟" وہ رو دینے کو تھی۔ لالی کو اس کی پتلی حالت پر ترس آگیا۔
"ہکچو ئیلی! ابھی تو میں اماں کے ایک کام کے سلسلے میں جا رہا ہوں۔ کورٹ میرج کرنے نہیں۔ اس لیے آپ فکر اور غم میں سوکھ سوکھ کر کانٹا مت ہو جائیے گا۔ اللہ آپ کو ہمیشہ اسی طرح موٹی تازی اور ہری بھری رکھے' رب راکھا! چلتا ہوں اب۔" لالی ہنستے ہوئے بیگ کندھے پر ڈال کر گنگناتے ہوئے باہر نکل گیا تھا جبکہ حسنہ تلملا کر رہ گئی۔
"کمینہ' رذیل' ڈرامہ کر رہا تھا اتنی دیر سے۔" وہ زیر لب بڑبڑائی' پھر محض اسے سنانے کے لیے بلند آواز میں بولی۔
"یہ منہ اور مسور کی دال' تمہیں بھلا گھاس کس نے ڈالنی ہے۔ بڑا آیا کورٹ میرج کرنے والا ہونہہ۔"
"ہونہہ نہوں... کا کوئی فائدہ نہیں تھانے دارنی جی! بات تو اب کھل چکی ہے۔" لالی پھر سے پلٹ آیا تھا کہ ادھار کا قائل تو وہ بھی نہیں تھا۔
"کون سی بات؟" حسنہ بھی اب سنبھل چکی تھی'
اسی لیے تنگ کرلوں۔
"اب میرا منہ مت کھلوائیے۔"
"تمہاری بتیسی دیکھنے کا مجھے کوئی شوق نہیں۔"
حسنہ چولی کے بل کھولتے ہوئے سکون سے بولی۔ اعصاب پر دھرا بوجھ تو ہٹ ہی چکا تھا۔ سو وہ اب مطمئن ہو چکی تھی۔ جب سے اس نے لالی کے کہیں جانے کے بارے میں سنا تھا' کئی خدشات پھن پھیلائے سامنے آگئے تھے۔
"واپسی پر جواب دوں گا' ابھی مجھے جلدی ہے' خیر چلتا ہوں۔" لالی نے اک گہری نگاہ سے حسنہ کو سر تا پا دیکھ کر ہونٹوں کو سکیڑا اور پلٹ گیا' جبکہ حسنہ دریچے پر ہاتھ رکھے ہنسی اور پھر ہنستی چلی گئی۔ لالی اونچی آواز میں چلتے چلتے گا نا گا رہا تھا۔ بلکہ گانے کی پسلیاں توڑ رہا تھا۔

"ہر کسی سے جسے تو چھپاتی رہی۔
بے خودی میں مجھے تو بلاتی رہی۔
ہاں بلاتی رہی۔
سچ مچ بلاتی رہی۔
جو نا لہراتی رہی۔
ڈنڈا دکھاتی رہی۔

☆ ☆ ☆

"جمال بھائی! محبت کیا ہوتی ہے؟"
گھر سے وہ سیدھا جمال کے دفتر اسے خدا حافظ کہنے آیا تھا اور آتے ساتھ ہی ایک بے تکا سوال داغ دیا۔ جمال کو یہ سوال بے تکا ہی لگا تھا۔ کیونکہ وہ بڑی سنجیدگی سے اسے سمجھا رہا تھا کہ وہ اپنے ارادے سے باز آجائے۔ بقول جمال کے وہ عورت کافی خطرناک اور چالاک دکھائی دیتی ہے' یہ نہ ہو کہ لالی کسی بڑی مصیبت میں پھنس جائے' مگر لالی نے سر ہلاتے ہوئے ہمیشہ کی طرح ہانکنا شروع کردیا تھا۔
"بتاؤ نا۔" لالی نے لاڈ سے اصرار کیا۔
"مجھے کیا پتا۔ میں ادھر بیٹھ کر محبت کی تشریح ہی تو کرتا رہتا ہوں۔" جمال بھنا کر بولا۔
"تم نے کبھی محبت کی جمال بھائی! یار' سچ سچ بتانا۔"



"نہیں۔ میرے پاس اتنا فالتو وقت نہیں ہے۔"
"تم تو بہت بور نکلے ہو یار! نصیب پھوٹ جائیں گے اس لڑکی کے جس کی تمہارے ساتھ شادی ہوگی۔" لالی نے منہ بگاڑ کر کہا۔
"جس سے شادی ہوگی' اس سے محبت کرلوں گا' اس کے نصیب نہیں پھوٹیں گے۔"
"واہ... یہ ہوئی نا بات' ویسے تم ہو چھپے رستم۔" لالی کھل اٹھا۔
"اب دفع بھی ہو جا' بس نکل جائے گی۔"
"چلتا ہوں' تم محبت کے ٹاپک پر غور کرنا۔" لالی نے یاد دہانی کروائی۔
"پہلے مجھے یہ بتا تا جا' آج سویرے سویرے اپنی محبوبہ کا چہرہ تو نہیں دیکھ لیا۔" جمال شک بھری نگاہ سے اسے دیکھنے لگا۔
"تم کو کیسے پتا چلا۔" لالی کا رنگ یک دم فق ہو گیا۔
"بتا کون ہے وہ گل اندام؟" جمال نے اس کی گردن دبوچ لی تھی۔
"نازک اندام' گل اندام' ارے ارے وہ تو..." لالی پھنسی پھنسی آواز میں بولا۔
"بتا بھی رے۔" جمال دہاڑا۔
"آٹے کی بوری ہے وہ تو۔" لالی گردن چھڑا کر جمال کو حیران پریشان چھوڑ کے باہر کی طرف بھاگا تھا۔
"آٹے کی بوری۔" جمال سوچتا ہی رہ گیا۔ "یہ کون سی خاتون ہیں جسے میں نہیں جانتا۔" جمال کی سوچوں کا دھارا دوسری طرف بہنے لگا تھا' پھر ایک دم وہ ٹھٹک سا گیا۔
"آٹے کی بوری۔ دودھ بھری کٹوری۔"
"حسن آرا... بھینس کا چارہ۔"
دور بہت دور سے آتی لالی کی معصوم سی آواز نے جمال کو ششدر کردیا تھا۔ گزرے وقت کا ذرا سا دریچہ وا ہوا تھا اور کچھ یادیں ہوا کے جھونکے کے ساتھ اندر داخل ہو گئیں۔
"جمال بھائی! بہت مارتی ہے تھانے دارنی۔" لالی
"تم بھی مار لیا کرو' بڑے ہو اس سے۔" جمال نے لالی کو پچکارا۔
"وہ بہت موٹی ہے' اس کا ہاتھ بھاری ہے' میرے منہ پر طمانچہ مارا ہے' دیکھو تو گال پھول گیا ہے۔" لالی سوں سوں کرتا رہا۔
"تو اب میں کیا کر سکتا ہوں۔ اسے سمجھاؤں گا۔" جمال سوچ میں پڑ گیا۔ لالی نے اس کا کندھا ہلایا۔
"دیکھنا' میں اس سے کیسے بدلہ لیتا ہوں۔" لالی کے ارادے خطرناک تھے۔
"کیسے بدلہ لو گے۔" جمال حیران ہوا۔
"ایسے..." لالی نے کہنا شروع کیا۔ "آٹے کی بوری' دودھ بھری کٹوری' حسن آرا' بھینس کا چارہ۔"
لالی نے باقاعدہ تالیاں پیٹ کر تان لگائی۔ اور واقعی حسن آرا اس گیت کو سن کر چڑ جاتی تھی۔ اسے لالی پر اور بھی غصہ آتا تھا۔ جس نے اس کے نام کو کئی حصوں میں تقسیم کردیا تھا۔ پھر حسنہ کی تخریبی سرگرمیوں اور بچوں پر جارحانہ تشدد کی بنا پر سب نے اسے تھانے دارنی کا خطاب دے ڈالا۔ جو کہ حسنہ کو جی جان سے پسند آیا۔ وہ خود کو تھانے دارنی کہلوا کر بہت فخر محسوس کرنے لگی تھی۔ اسے یوں محسوس ہوتا تھا کہ مرحوم والد صاحب پھر سے زندہ ہو گئے ہیں۔ یہ حوالہ اسے بہت عزیز تھا چاہے لوگوں نے جس نظریے سے بھی اسے تھانیدارنی کہنا شروع کیا تھا۔ تاہم وہ اپنے زاویہ نظر سے دیکھتی تھی اور دل ہی دل میں بہت مسرور ہوتی۔
"تھانیدار کی بیٹی ہوں۔ تھانے دارنی کہلواؤں گی۔" وہ اپنی ہم جولیوں کو فخر سے بتاتی۔ حالانکہ کوئی اور تو نہ سہی لیکن وہ اور لالی دونوں حسنہ کو ستانے کی غرض سے "تھانے دارنی جی" کہتے تھے۔
"تو کیا لالی حسنہ سے۔" جمال کچھ عجیب سی کیفیات کا شکار سوچوں کے بھنور میں پھنس کر رہ گیا۔ "ہوں' ایسا کچھ ہو جائے تو غلط بھی نہیں۔"

☆ ☆ ☆

بڑی بدبخت عورت تھی۔ اسے بچی کے بارے میں بھی خیال نہیں آیا۔ ظالم بچی کو بلکتا چھوڑ کر رات کے اندھیرے میں بھاگ گئی تھی۔ میرا بھائی مارے غیرت کے ہمیشہ کے لیے پردہ پوش ہو گیا۔"

پھوپھو سسک سسک کر رو رہی تھیں۔ مہمان خواتین کے چہروں پر تاسف جھلکنے لگا۔ کچھ دیر پہلے یہ دو خواتین سومیہ کو دیکھنے کے لیے آئی تھیں۔ پھوپھو نے ہمیشہ کی طرح ان کی خاطر مدارت میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی۔ پھر باتوں باتوں میں آنے والی خواتین نے سومیہ کی ماں اور باپ کی غیر موجودگی کے بارے میں پوچھا تھا۔ ایک اسی ذکر سے سومیہ خوف زدہ رہتی تھی، مگر یہ حوالہ قبر تک اس کے ہمراہ تھا۔ اسے یقین تھا اگر وہ مرجاتی تب بھی لوگوں نے کہنا تھا۔ "یہ سومیہ مراد ہے، جس کی ماں رات کے اندھیرے میں اپنے شوہر کے دوست کے ساتھ بھاگ گئی تھی، بے چاری سومیہ۔"

"سومیہ کے والد کا انتقال ہو گیا ہے اور والدہ...؟" طنطنے والی اس عورت نے نخوت سے پوچھا۔

"دیکھیے بہن! میری بات تحمل سے سنیے گا۔" ایک پل کے لیے سومیہ کی طرح پھوپھو کا رنگ بھی فق ہو گیا تھا۔ پھر انہوں نے بہت سوچ بچار کے بعد کہنا شروع کیا۔

"جس رشتے کی بنیاد جھوٹ پر رکھی جائے، وہ کبھی پایہ تکمیل تک نہیں پہنچتا۔ ہم شریف خاندانی لوگ ہیں۔ میری بیٹیاں سب اچھے گھروں میں بیاہی گئی ہیں۔ سومیہ کے لیے بھی میں کسی ایسے گھرانے کی خواہش مند ہوں، میری سومیہ بہت معصوم اور سادہ ہے، ہم نے بچوں کو نیکی، سچائی، ایمان داری کے سبق پڑھائے ہیں، انہیں اچھے برے میں تمیز کرنا سکھایا ہے، اخلاق، کردار میں ہماری بیٹی کی مثال نہیں، مگر۔"

"تو کیا سومیہ کی والدہ..." دوسری خاتون نے معنی خیزی سے پھوپھو اور سومیہ کو دیکھا اور پھوپھو نے بڑے صبر اور حوصلے سے اس تلخ حقیقت کا پردہ فاش کر دیا تھا۔ دونوں خواتین کے چہرے متغیر ہو گئے تھے۔ اس

[illegible] تھا۔ ان کے جانے کے بعد پھوپھو بھی پھوٹ پھوٹ کر رو دیں۔

"اگر میں انہیں سچ نہ بتاتی تو شاید بات بن ہی جاتی۔"

"آپ نہ بتاتیں تو کوئی اور بتا دیتا۔ میرے خیال میں آپ نے جو کیا ہے، بہتر کیا ہے۔"

سومیہ ہمیشہ کی طرح پھوپھو کی دلجوئی کرنے لگی تھی۔

"نہ جانے تمہاری قسمت میں کیا لکھا ہے میری بچی!" پھوپھو دوپٹے کے پلو سے آنسو پونچھتے ہوئے رنجیدگی سے بولیں۔

"اللہ بہتر کرے گا۔" سومیہ نے بڑے ضبط سے آنسو پی لیے۔ بہت چھوٹی عمر سے اسے لوگوں کے رویوں کو سمجھنا آگیا تھا۔ جب بھی کبھی اس کی ماں کا ذکر چھڑتا تو اک لمبی کہانی کی شروعات ہو جاتی۔ کوئی ترحم اور ترس کی کیفیات کا شکار ہو جاتا تو کوئی تمسخرانہ نظروں سے دیکھتا۔

آہستہ آہستہ سومیہ نے لوگوں سے ملنا ترک کر دیا تھا۔ وہ تنہائی پسند ہو گئی تھی۔ جب بھی کوئی گھر میں آتا، وہ اپنے کمرے میں بند ہو جاتی تھی۔ اسے لوگوں کے ہجوم سے وحشت ہونے لگی تھی۔ وہ محفلوں سے کترانے لگی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ وہ باجیوں کے سسرال بھی کم جاتی تھی۔ تمام عمر اسے ایک ہی خوف نے جکڑے رکھا تھا اور وہ خوف تھا ماں کی کردار کشی کا۔ جب بھی کوئی اس کی ماں پر کیچڑ اچھالتا تھا، سومیہ کو لگتا وہ خود گندگی میں لتھڑ گئی ہے، کیچڑ سے لت پت ہو گئی ہے۔

"سومی! تو دل برا نہ کر یوں خاموش ہو کر نہ بیٹھ، میرا کلیجہ پھٹ جائے گا۔" پھوپھو نے اسے اپنے مہربان وجود میں بھینچ لیا۔

"پھوپھو! آپ ٹینشن مت لیں، سب ٹھیک ہو جائے گا۔ اس دنیا میں ہر مسئلہ کا حل شادی نہیں ہے۔ اگر میں کچھ پڑھ جاتی تو..." سومیہ لب کچل کر



چپ سی ہو گئی۔

"سمیرا کو فون کر دو۔ میں نہیں جاؤں گی میلاد پر۔ دل گھبرا رہا ہے۔" پھوپھو نے ٹھنڈی آہ بھرتے ہوئے کہا۔

"آپ چلی جائیں پھوپھو! کچھ طبیعت سنبھل جائے گی۔ دل بہل جائے گا۔" سومیہ نے بصد اصرار پھوپھو کو جانے کے لیے تیار کیا تھا۔

"گھبرانا مت، میں جلدی آؤں گی... سالن تو رکھا ہے فریج میں، روٹی پکا کر کھا لینا۔ تمہارا دودھ بھی فریج میں رکھا ہے، یاد سے پی لینا۔" پھوپھو ہزار تاکیدیں کر کے روانہ ہوئی تھیں۔ سومیہ اثبات میں سر ہلاتی رہی۔

پھوپھو کے جانے کے بعد سومیہ ٹی وی آن کر کے بیٹھ گئی تھی۔ ابھی کچھ ہی دیر گزری تھی جب دروازے کی گھنٹی بجی، سومیہ کو اٹھ کے گیٹ تک جانا ہی پڑا تھا۔

"کون ہے؟" اس نے پوچھا۔

"جی... میں ہوں، دروازہ تو کھولیں۔" دوسری طرف سے مردانہ آواز سنائی دی۔

"آپ کون ہیں؟" سومیہ نے حیرانی سے اپنا سوال دہرایا۔

"میں لقمان احمد ہوں 'گوٹھ اوچی' سے آیا ہوں۔" شائستہ سی آواز دوبارہ ابھری۔ سومیہ اور بھی حیران ہوئی تھی۔ یہ عجیب و غریب گوٹھ کا نام اس نے پہلے کبھی نہیں سنا تھا۔

"آپ کو کس سے ملنا ہے؟"

"محترمہ! کیا یہ حسن مراد صاحب کا گھر ہے؟" لقمان نے ہوا میں تیر چلایا تھا۔ اسے ہرگز امید نہیں تھی کہ حسن مراد کا نام سن کر خاتون دروازہ کھول دیں گی، مگر اس کی حیرت اس وقت دوچند ہو گئی تھی جب اس نے سامنے کھڑی سانولے سے چہرے والی ایک لڑکی کو بڑی بڑی آنکھوں میں آنسو لیے دیکھا تھا۔

"آپ... آپ حسن مراد صاحب کو جانتے ہیں؟" سومیہ کی آواز کپکپا کر رہ گئی تھی۔ بہت سالوں بعد ایک

کتنا عرصہ گزر گیا تھا جب کوئی اجنبی اس کے باپ کے حوالے سے دروازے پر آیا تھا۔ ورنہ پھوپھو کے نام سے ہی اب اس گھر کی پہچان باقی تھی۔ کوئی بھی آتا تو شبانہ اختر صدیقی کا نام لے کر ہی اگلے تعارف کے مراحل طے کرتا۔ نیم پلیٹ پر بھی مسز صدیقی لکھا تھا۔ آج کتنی مدت بعد کسی نے حسن مراد کا نام لیا تھا۔

"یہ حسن مراد کا گھر ہے؟" اجنبی کے ان الفاظ نے سومیہ کو سرتاپا آنسو بنا دیا تھا۔

"آپ انہیں جانتے ہیں؟"

"جی... میں انہیں جانتا ہوں۔ کیا آپ مجھے اندر آنے دیں گی۔" وہ شائستگی سے اجازت لے رہا تھا۔ "مجھے گیٹ پر کھڑے ہو کر بات کرنا کچھ مناسب نہیں لگ رہا ہے۔"

"آئیے پلیز۔" سومیہ سامنے سے ہٹ گئی تھی۔ اندر جانے کے بجائے سومیہ نے کین کی کرسی اٹھا کر صحن میں رکھ دی، لالی ایک نگاہ میں سارے گھر کا جائزہ لے کر بیٹھ گیا تھا۔

"گھر تو بہت اچھا بنایا ہے حسن صاحب نے۔" لالی کی آنکھوں میں ستائش تھی۔

"آپ ابو کو کیسے جانتے ہیں؟" سومیہ خود پر قابو پا چکی تھی۔ اسی لیے نرمی سے پوچھنے لگی۔

"ہوں... تو لقمان احمد! تم ٹھیک جگہ پہنچے ہو۔ نہ جانے یہ جمال بھائی اتنا عرصہ کہاں جھک مار رہا ہے، اور وہ ہٹلر خاتون مالک مکان بھی دکھائی نہیں دے رہیں۔" لالی نے دل ہی دل میں سوچتے ہوئے خود کلامی کی۔

"آپ اس مکان میں دوبارہ کب شفٹ ہوئی ہیں؟" لالی نے ایک اور تیر ہوا میں چلایا تھا۔

"یہی تین، چار سال پہلے۔" سومیہ نے سادگی سے بتایا۔

"پہلے یہاں کون تھا؟" وہ سرسری سا لہجہ بنا کر پوچھنے لگا۔

"کچھ عرصہ تو گھر لاک ہی رہا ہے، پھر کرائے پر دے دیا تھا۔" وہ الجھی الجھی سی بتانے لگی۔

"ہم کسی اور جگہ رہتے تھے۔" سومیہ نے مختصراً کہا۔

"اوہ۔ تو جب اماں ایک، دو مرتبہ یہاں آئی تھیں تب یہ لوگ اس جگہ سے چلے گئے تھے۔ بہت سال روپوش رہنے کے بعد دوبارہ یہاں آئی ہیں۔ اس خیال میں کہ اب کس نے گڑے مردے اکھاڑنے ہیں۔" لالی محض سوچ کر رہ گیا۔

"کیا آج سے پہلے کوئی حسن مراد صاحب یا ان کی صاحبزادی کے بارے میں پوچھنے کوئی نہیں آیا؟"

"آپ کہنا کیا چاہتے ہیں، میں کچھ بھی نہیں۔" سومیہ سچ مچ گھبرا گئی تھی۔ "کیا ضرورت تھی جذباتی کیفیت میں اس اجنبی کو اندر لانے کی۔" وہ خوف زدہ سی سوچنے لگی۔

"میری بات کا جواب نہیں دیا آپ نے۔"

"شاید کوئی نہیں، یا پھر پھوپھو کو پتا ہوگا۔" سومیہ نے شانے اچکائے۔

"پھوپھو کہاں ہیں؟" ایک اور سوال۔

"وہ بازار گئی ہیں۔"

"کب تک آئیں گی؟"

"ابھی آنے والی ہیں۔" سومیہ نے لاپروا بنتے ہوئے بتایا۔

"میں آپ کا نام پوچھ سکتا ہوں؟" لالی نے درخواست کی۔

"سومیہ۔" وہ انگلیاں مروڑتے ہوئے بولی۔

"میں بہت جلد دوبارہ آؤں گا سومیہ جی! خوشی اس بات کی ہے کہ میں ٹھیک جگہ پہنچا ہوں۔ اگر آپ خود کو حسن مراد کی بیٹی ماننے سے انکار کر دیتیں تو....."

"مگر میں حسن مراد کی بیٹی ہوں۔ انکار کیوں کروں گی۔" سومیہ اس کی بات کاٹ کر حیرانی سے بولی۔

"اوکے، اب میں چلتا ہوں۔" لالی مزید اس کے بولنے سے پہلے اٹھ کر چلا گیا تھا، حالانکہ سومیہ اس سے پہلے بھاگتی ہوئی آئی تھی۔

"بات تو سنیے۔" وہ پکارتی ہی رہ گئی۔ دروازہ بند

"یہ کون تھا؟ کیوں آیا تھا؟ یا اللہ! کوئی چور ڈاکو نہ ہو گھر کی لوکیشن دیکھ گیا ہے۔ رات کو ڈاکہ ڈالنے نہ آجائے، یا اللہ! ہمیں محفوظ رکھنا، میرے اللہ ہماری حفاظت فرمانا۔" وہ زور و شور سے دعائیں مانگنے میں مصروف تھی۔ پھوپھو جلد ہی لوٹ آئی تھیں۔ سومیہ نے انہیں اس اجنبی مہمان کے بارے میں بتایا۔

"تم میں اتنی عقل بھی نہیں سومیہ! کیوں اسے اندر لے کر آئی تھیں۔ تمہیں اکیلا دیکھ کر کوئی نقصان پہنچا جاتا۔ ڈکیتی کر لیتا، کچھ بھی ہو سکتا تھا، کسی کا کیا بھروسا۔" پھوپھو پہلی مرتبہ اس پر چلا رہی تھیں۔ "تم سے ایسی کسی غیر ذمہ داری کی مجھے توقع تو نہیں تھی۔"

"پھوپھو! مجھے معاف کر دیں۔" وہ بری طرح شرمندہ تھی۔

"کیا معاف کروں، اگر تمہیں کچھ ہو جاتا، میری برسوں کی ریاضت مٹی میں رل جاتی۔" پھوپھو ناراضی سے گویا ہوئیں۔

"سوری پھوپھو!" سومیہ کے آنسو ٹپ ٹپ گرنے لگے۔

"اب رو کیوں رہی ہو؟" پھوپھو کو اور بھی غصہ آگیا۔

"آپ خفا جو ہو رہی ہیں۔" وہ معصومیت سے بولی۔

"اچھا، بس کرو۔" پھوپھو کا دل بھر آیا تھا، اسے آنسو بہاتا دیکھ کر۔

"آپ نے مجھے معاف کر دیا؟"

"ہاں..... مگر آئندہ ایسی غلطی ہرگز نہ کرنا۔" پھوپھو نے سمجھانے والے انداز میں کہا۔ "کچھ اور تو نہیں بولا تھا وہ؟"

"نہیں....." سومیہ نے نفی میں سر ہلایا۔

"نہ جانے واپس اس گھر میں آنے کا میرا یہ فیصلہ درست بھی ہے کہ نہیں۔ اب پتا نہیں کون کون اٹھ کر حسن مراد کا پوچھتا چلا آئے گا۔" پھوپھو کے چہرے پر تفکر تھا۔ جو کہانی اختتام پذیر ہو گئی تھی۔ پھر سے



دہرائی جانے لگی۔ پھوپھو کے خدشات بھی درست تھے۔

"ہم یہاں نہ ہی آتے، یہ گھر تو ویسے بھی منحوس ہے۔" سومیہ تلخی سے بولی۔

"ایسے نہیں کہتے بیٹا۔" پھوپھو فوراً ٹوک گئیں۔

"کتنے شوق سے ابو نے امی کے لیے یہ گھر بنوایا ہوگا اور امی نے ان کے ساتھ کیا کیا۔" نفرت سے سومیہ کا روم روم سلگ اٹھا۔

"چھوڑو بیٹی! اپنا دل نہ جلاؤ۔"

"پھوپھو! امی کو لمحہ بھر کے لیے بھی میرا خیال نہیں آیا تھا۔ اب بھی نہ جانے وہ کہاں ہوں گی، کس شہر میں ہوں گی، یا شاید کسی دوسرے ملک چلی گئی ہوں، کیا پتا اسی شہر میں موجود ہوں۔" سومیہ ہونٹ کاٹتے ہوئے تلخی سے بول رہی تھی۔

"سنا تو تھا، کسی دوسرے ملک چلی گئی ہے۔ ایسی عیاش عورتوں کا کیا بھروسہ، دوسرے والے کے پاس بھی ٹکی ہوگی یا نہیں۔" پھوپھو تنفر سے کہتی رہیں۔

"دفع دور کرو اس مردود کو۔ تمہیں میلاد کی تفصیل تو بتائی نہیں، بڑا وسیع انتظام کیا تھا سمیرا نے۔"

"اچھا۔" سومیہ نے بے دھیانی میں کہا۔

"تمہیں سب ہی پوچھ رہے تھے، سکینہ تو جان کو آرہی تھی، سومیہ کو کیوں نہیں لائیں۔"

"آپ نے پھر کیا بتایا؟" سومیہ اب بھی کسی سوچ میں گم تھی۔

"سب ہی جانتے ہیں، تم کہیں نہیں آتی جاتیں۔ نہ جانے بار بار کریدتے کیوں ہیں لوگ۔"

"کیا مطلب؟" سومیہ چونکی۔

"چھوڑو، رہنے دو۔"

"بتائیے نا پھوپھو!" اس نے اصرار کیا۔

"تمہارا دل برا ہوگا۔" پھوپھو تذبذب کا شکار تھیں۔

"میں بہت حقیقت پسند ہوں۔ آپ بتا دیں پھوپھو۔"

"سمیرا کی نند کہنے لگی۔ سومیہ احساس کمتری کا شکار ہے۔ چار لوگوں میں بیٹھنے کا سلیقہ نہیں ہے اسے اسی لیے کہیں بھی آتی جاتی نہیں۔" پھوپھو نے جھجکتے ہوئے اس کے اصرار پر بتا دیا۔

"تو ٹھیک ہی کہتی ہے۔" سومیہ لاپروائی سے بولی۔

"ہونہہ، نہ جانے لوگ خود کو سمجھتے کیا ہیں۔" پھوپھو بھری بیٹھی تھیں۔ سمیرا باجی کی نند، پھوپھو کو ویسے بھی پسند نہیں تھی۔

"پھوپھو! مجھے نیند آرہی ہے۔ میں سونے جا رہی ہوں۔" سومیہ اٹھ کر کمرے کی طرف بڑھ گئی۔ اس کا سر بہت بھاری ہونے لگا تھا۔

"بیٹا! یاد سے دوائی کھا کر سونا۔" پھوپھو نے تاکید کی تھی۔

☼ ☼ ☼
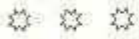
"تم باقاعدہ کس ڈاکٹر سے چیک اپ کرواتی ہو؟" سہیل بھائی اور باجی دونوں بہت عرصے بعد ادھر اکٹھے آئے تھے۔ سہیل بھائی کی اپنی بہت سی مصروفیات تھیں۔ وقت کی کمی کے باعث وہ اپنے بچوں کے لیے بہت کم وقت نکال پاتے تھے۔ کھانا کھانے کے بعد سب چھوٹے سے لاؤنج میں جمع تھے۔ جب اچانک سہیل بھائی نے گفتگو کا رخ بدل کر سومیہ کو اپنی طرف متوجہ کیا تھا جو کہ ہمیشہ کی طرح چپکے سے اٹھ کر جانے والی تھی۔

"جی!" سومیہ اچھل کر پلٹی۔ باقاعدہ تو وہ کبھی چیک اپ کروانے نہیں جاتی تھی۔ البتہ رپورٹس وغیرہ دکھا کر پھوپھو خود دوائیں لے آتی تھیں۔

"ریاض حسین سومیہ کے معالج ہیں۔ ان ہی کے مشورے کے مطابق دوائی لاتی ہوں۔" سومیہ کے بجائے پھوپھو نے جواب دیا۔

"ہوں، وہ اچھے ڈاکٹر ہیں۔ خوب شہرت رکھتے ہیں۔" سہیل بھائی مطمئن ہو کر سر ہلانے لگے تھے۔

"اور کیا مصروفیت ہے سومیہ تمہاری؟"

"کچھ نہیں بھائی جان۔" ہمیشہ کی طرح سومیہ پر گھبراہٹ طاری ہونے لگی۔

مخلصانہ مشورہ دیا۔

''ہاں۔۔۔ سومیہ! تم کوئی کورس کیوں نہیں کر لیتیں، یہ تو بہترین مصروفیت ہے۔'' زنیرا باجی نے بھی گفتگو میں حصہ لیا۔

''سوچوں گی۔'' سومیہ نے جان چھڑانی چاہی۔

''بس سوچتی ہی رہنا۔'' باجی نے خفگی سے کہا۔

''سمیرا کی نند کا رشتہ طے ہو گیا ہے۔'' پھوپھو کو اچانک خیال آیا تو بتانے لگیں۔

''اچھا۔'' باجی کو حیرت ہوئی۔ ''کہاں۔۔۔؟''

''دور کے رشتے دار ہیں سکینہ کے۔'' پھوپھو نے مزید بتایا۔

''واہ مولا! فرح جیسی بھی اپنے گھربار کی ہونے لگی۔ مجھ سے بھی چار سال بڑی ہے۔'' باجی کے چہرے پر ملال چھا گیا۔ ''بھلا سومیہ میں کیا کمی ہے مگر پھر بھی وہ سوچتی رہ گئیں۔

''اللہ میری بچی کے حصے کی خوشیوں سے جلد ہی اسے بھی نواز دے۔'' پھوپھو آبدیدہ ہو گئیں۔

''خوشیاں دستک دے کر لوٹ جاتی ہیں۔ اگر ان کا استقبال نہ کیا جائے تو۔'' سہیل بھائی نے عام سے لہجے میں جتایا۔ پھوپھو نگاہ چرا گئی تھیں، جبکہ سومیہ اٹھ کر باورچی خانے کی طرف بڑھ گئی۔ باجی بھی اس کے پیچھے آگئی تھیں۔ سومیہ نے برتنوں کے ڈھیر کو دھوتے ہوئے باجی کو بولتے ہوئے سنا۔

''آخر تمہارے ساتھ مسئلہ کیا ہے؟ کافی دنوں سے سوچ رہی تھی تم سے اس موضوع پر بات کروں گی مگر وقت ہی نہیں مل سکا کچھ دیر کے لیے ہی یہاں آجاتی۔''

''مسئلہ، کیسا مسئلہ؟'' سومیہ حیران ہی تو رہ گئی۔

''ہر اچھے رشتے میں کیڑے نکالنے بیٹھ جاتی ہو۔ ادھر امی کی آنکھ میں بھی کوئی بندہ نہیں جچتا۔ آخر تم چاہتی کیا ہو۔؟'' باجی گویا سارے حساب بے باق کرنا چاہتی تھیں۔ سومیہ کچھ پل کے لیے باجی کا چہرہ دیکھتی رہی۔

جو میں بلاوجہ کسی بھی رشتے کو ریجیکٹ کروں گی۔''

''تو پھر اس دیر کی وجہ؟''

''یہ تو مجھے بھی معلوم نہیں۔ شاید اللہ کو ابھی منظور نہیں۔'' وہ سادگی سے کہتے ہوئے برتنوں کی طرف متوجہ ہو گئی۔

''تمہاری یہ'' مظلومیت ''تمہیں ایک دن کسی بڑے نقصان سے دوچار کر دے گی۔ اسی لیے میں چاہتی ہوں کہ۔'' زنیرا باجی نے ترشی سے کہا۔

''مظلومیت۔'' سومیہ زیر لب بڑبڑائی۔ ''میں کچھ سمجھی نہیں۔''

''اتنا انجان کیوں بنتی ہو۔'' باجی زچ ہو اٹھیں۔ ''ڈاکٹر اظہر کے پرپوزل کو محض اس بنا پر ناپسند کرنا کہ وہ بھری پری فیملی سے تعلق رکھتے ہیں۔ سوائے حماقت کے کچھ نہیں۔''

''میں نے ناپسند کیا تھا؟'' سومیہ ٹھٹک گئی۔ ''آپ بھی اچھی طرح سے جانتی ہیں کہ پھوپھو کو ان کا گھربار پسند نہیں آیا تھا۔ بھلا میری پاس کوئی ایسا اختیار ہے۔؟''

''تو تم با اختیار کیوں نہیں ہو جاتیں۔'' باجی آج انہونی باتیں ہی تو کر رہی تھیں سومیہ زچ ہو گئی۔

''میں کیا کروں۔؟''

''اپنے فیصلے خود کرو۔ دوسروں کی طرف دیکھنا چھوڑ دو۔ تمہارے پاس کچھ اختیارات ہیں۔'' باجی نے اس کے شانے پر دباؤ ڈال کر نرمی سے کہا۔

''کیسے اختیارات؟'' سومیہ سچ مچ گھبرا گئی۔

''کم از کم امی کو اپنی پسند ناپسند سے تو آگاہ کر سکتی ہو۔ وہ تمہاری محبت میں فیصلہ نہیں کر پا رہیں۔ ان کی کچھ سمجھ میں نہیں آرہا کہ وہ کیا کریں۔ تم ان کا ساتھ دو۔ انہیں سمجھنے کی کوشش کرو۔''

''اچھا۔'' سومیہ نے ہونق پن سے سر ہلا دیا۔

''سومیہ! تم مجھے بہت عزیز ہو اور مجھے لگتا ہے، تمہارے ساتھ کچھ غلط ہو رہا ہے۔'' زنیرا باجی کے چہرے پر تفکر کا جال بنا ہوا تھا۔

اور یہ غلط [illegible] کرنا چاہتا ہے؟ یہ پوچھنے کا سومیہ میں نہ حوصلہ تھا نہ جرأت۔

"سہیل تمہارے بارے میں بہت متفکر ہیں' وہ کہتے ہیں۔ تم نے اپنی تعلیم کو ڈراپ کر کے اچھا نہیں کیا۔ کتنا سمجھایا تھا تمہیں میں نے کہ میٹرک کے پرچے دے لو۔"

زنیرا باجی تاسف سے کہہ رہی تھیں۔ سومیہ ہونٹ کچلتے ہوئے بے اختیار بیتے وقت کو سوچنے لگی۔ ماضی کے کسی ایک بھی لمحے نے سومیہ کو کوئی اچھی یاد ہرگز نہیں سونپی تھی۔ ہر طرف دکھ' تنہائی آنسو اور خوف ہی تو تھا جس نے ہمیشہ اسے لوگوں سے دور ہی رکھا۔

یہ اس وقت کی بات تھی جب وہ پرانے محلے میں رہتے تھے۔ پھوپھو کی اردگرد کے پڑوسیوں سے بہت دوستی تھی۔ گھر میں ہر وقت میلہ سا لگا رہتا تھا۔ کوئی آرہا ہے' کوئی جارہا ہے۔ پھوپھو کسی کو اچار بنا کر دے رہی ہیں۔ کسی کو سویٹر کے نمونے سکھا رہی ہیں۔ کسی کو انگوری کی ترکیب پوچھنا ہوتی۔ کوئی سلائی سیکھنا چاہتا۔ کچھ کو کڑھائی سے دلچسپی ہوتی۔ غرض ہر عمر کی خواتین گھر میں آتی رہتی تھیں۔ مرد تو گھر میں کوئی تھا نہیں' پھوپھو کا بیٹا ان دنوں دوسرے شہر میں زیر تعلیم تھا۔ کبھی کبھار ہی گھر آتا تھا۔ سو روک ٹوک کس نے کرنا تھی۔

لڑکپن کا دور گزر رہا تھا۔ ہائی اسکول کی چار دیواری کے باہر اس کی ہم عمر لڑکیوں نے بہت سی مصروفیات ڈھونڈ لی تھیں۔ وہ برسات کے دن تھے۔ گلیاں' بازار پانی اور کیچڑ سے لت پت تھے۔ ایسے ہی جاڑے کی ایک صبح پھوپھو نے اسے اپنے کمرے میں بلوایا۔ وہ اسے کافی دیر زمانے کی اونچ نیچ کے بارے میں سمجھاتی رہی تھیں۔

"دیکھو بیٹی! آج وہ وقت آگیا ہے کہ میں تمہیں کچھ "سچائیوں" کے بارے میں بتا دوں۔ کچھ باتوں کو تم خود بھی اب تک جان گئی ہو گی کہ ہم کچھ نہ بھی بولیں' کچھ نہ بھی کہیں۔ کچھ بھلا دینا چاہیں۔ مگر لوگ نہ بھولے ہیں نہ بھولنے دیے ہیں۔ بہت سے لوگ اس قصے سے واقف ہیں۔ سب جانتے ہیں۔ ثمانہ نے حسن اور تمہارے ساتھ کیا کیا تھا۔ اپنے عیش و آرام کی خاطر اس نے جو رسوائیاں خریدی ہیں۔ ان کے کچھ چھینٹے تمہارے وجود پر بھی پڑیں گے۔ جو بدنامی کی فصل ثمانہ تمہارے لیے "بو" کر چلی گئی ہے۔ اسے کاٹنے کا وقت قریب آگیا ہے۔ لوگوں کی باتیں' رویے تمہیں چھلنی کریں گے مگر بیٹا! خود کو مضبوط رکھنا۔ اس معاشرے کے قوانین بڑے سخت ہیں۔ ایک فرد واحد کی غلطی کی سزا نسلوں کو بھگتنی پڑتی ہے اور جب کوئی عورت ایسا انتہائی قدم اٹھاتی ہے تو پھر آئندہ آنے والی نسلوں پر اس کے بداثرات بھی ضرور پڑتے ہیں۔"

وہ چپکے چپکے رو رہی تھی۔ اس کے آنسو گالوں پر بہتے ہوئے فرش پر گر رہے تھے۔ پھوپھو نے جو کہا تھا۔ سچ کہا تھا' اپنی ماں کے سارے بھگتان سومیہ کو بھگتنے پڑے تھے۔ یہ اللہ کا شکر تھا۔ اس کا کوئی لمبا چوڑا تو کیا مختصر بھی خاندان نہیں تھا۔ سوائے پھوپھو کے اس دنیا میں اس نے اپنا کوئی ہمدرد' رشتے دار نہیں دیکھا تھا۔ اس میں بھی اللہ کی کوئی بہتری تھی۔

خاندان کی کسی نفرت کا اسے سامنا کرنا نہیں پڑا تھا۔ البتہ نجانے ان پڑوسیوں کو ایک رات میں کیا ہو گیا۔ اس کی ہم جماعت لڑکیوں نے ان کے گھر آنا چھوڑ دیا۔ جو اس کے ہمراہ اسکول جاتی تھیں' انہوں نے اسکول جاتے ہوئے اب ان کے گیٹ پر بیل دینا چھوڑ دی تھی۔ اسکول فیلو اور کلاس فیلو اسے دیکھتے ہی سرگوشیوں میں نجانے کیا کیا باتیں کرنے لگتی تھیں۔ ایک دن میتھس کی ایک ٹیچر اپنی ساتھی ٹیچر کو بتا رہی تھی۔

"اتنے سالوں سے یہ لوگ ہمارے محلے میں رہ رہے ہیں۔ ہم ان کے بارے میں جان ہی نہیں سکے۔"

"کیا؟" دوسری ٹیچر نے دلچسپی سے پوچھا۔

"سومیہ کی ماں گھر سے بھاگ گئی تھی۔" اس نے سرگوشی نما آواز میں بتایا۔



"تمہیں کس نے بتایا ہے۔" اردو کی مس حنا نے بھی گفتگو میں حصہ لیا۔

"پورے محلے میں آگ کی طرح یہ خبر پھیل چکی ہے۔"

"سچی بات ہے' ایسی باتیں کبھی نہیں چھپ سکتیں۔" میتھس کی ٹیچر نے تاسف سے کہا۔

"پھر بھی آخر کسی نے تو بات کی ہو گی۔" مس حنا نے بے چینی سے پوچھا۔

"بات گھر سے نکلے تب ہی پھیلتی ہے۔" میتھس کی ٹیچر سنجیدگی سے کہنے لگیں۔

"گھر سے کس نے نکالی۔؟" سب نے حیرانی سے ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔

"سومیہ کی پھوپھی ہمارے گھر آئی تھیں۔ باتوں باتوں میں سومیہ کی ماں کا قصہ چھڑ گیا۔ بس جذبات میں آکر انہوں نے سچائی بتا دی۔ بہت رو رہی تھیں بے چاری۔ میری امی کے ساتھ ان کی بہت دوستی ہے نا۔ پھر بات سے بات نکلتی چلی گئی۔ ویسے بھی ایسی باتیں بھلا کب تک چھپائی جا سکتی ہیں۔"

وہ سب اب تاسف کا اظہار کر رہی تھیں مگر سومیہ سے پھر کچھ اور سنا ہی نہیں گیا۔ سہیلیاں تو کیا استانیوں نے بھی اسے ترحم بھری نگاہوں سے دیکھنا شروع کر دیا تھا۔ اس کی دوستوں کی ماؤں نے اپنی بیٹیوں کو سومیہ سے کلام کرنے کے لیے منع کر دیا۔ وہ تنہا اسکول جانے لگی تھی۔ مگر اب محلے کے آوارہ لڑکوں تک بھی بات پہنچ گئی تھی۔ وہ اس کے راستے میں کھڑے ہو جاتے۔ تمسخر اڑاتے' قہقہے لگاتے۔ اسے چھیڑنے کی کوشش کرتے۔

"ہائے بھگوڑی ماں کی اتنی چھوٹی سوئی بیٹی۔"

"یہ سادگی اور معصومیت دکھا کر اماں کے عیب دھونے ہیں' بادشاہو۔" سومیہ کو لگتا تھا اس کے وجود کے چیتھڑے اڑ رہے ہیں۔ وہ لحہ لحہ مرتی تھی۔ پھر ایک دن اس نے اسکول کبھی نہ جانے کا فیصلہ کر لیا۔ سب نے اسے بہت سمجھایا تھا۔ باجیاں بہت ناراض ہوئیں۔ وہ چاہتی تھیں' سومیہ کم از کم میٹرک کے پرچے تو دے لیتی۔ مگر سومیہ کی ناں' ہاں میں نہ بدلی۔ تین سال مزید اس محلے میں رہنے کے بعد انہوں نے مکان بدل لیا تھا مگر یہ تین سال سومیہ کے لیے کسی عذاب سے کم نہیں تھے۔

نئے گھر میں شفٹ ہوتے ہی یکے بعد دیگرے باجیوں کی شادیاں ہو گئیں۔ سب کچھ آہستہ آہستہ معمول پر آگیا تھا مگر سومیہ کے لیے زندگی صرف ایک نقطے پر ٹھہر گئی تھی۔ کچھ عرصہ مزید گزرا تو پھوپھو سومیہ کو لے کر اپنے گھر میں آگئیں۔ مگر اب بھی نجانے کون کون پرانے زخم ادھیڑنے آجاتا تھا۔ البتہ اس کالونی کے لوگ دوسروں کی زندگیوں میں مداخلت کرنے والے نہیں تھے۔ سب اپنے آپ میں مگن رہتے۔ کوئی کسی دوسرے کی ٹوہ میں بے چین نہیں ہوتا تھا۔

☼ ☼ ☼

صرف کچھ دن بعد ایک عجیب واقعہ ظہور پذیر ہوا۔ دو خواتین کسی گاڑی میں سومیہ کے رشتے کی غرض سے آئیں۔ ان میں ایک تو بوڑھی عورت تھی۔ البتہ چہرے مہرے سے کافی چالاک لگتی تھی۔ اور دوسری کافی صحت مند گوری چٹی بائیس تئیس سالہ لڑکی تھی۔ انہوں نے سومیہ کو دیکھا اور پسند کر لیا۔ پھوپھو کو بصد اصرار اپنے گھر آنے کی دعوت دی۔ جاتے ہی حسنہ نامی لڑکی کے کئی فون آئے۔ ناچار پھوپھو نے زنیرا باجی اور سہیل بھائی کو ان کے گھر بھیج دیا۔ خود وہ پیر میں موچ آجانے کی وجہ سے جا نہیں سکی تھیں۔ زنیرا باجی واپس آئیں تو بہت خوش تھیں۔ سہیل بھائی بھی مطمئن نظر آرہے تھے۔

"امی! گاؤں کے سب ہی گھروں میں اچھا گھر ہے ان لوگوں کا۔ دو منزلہ' جدید انداز میں بنا ہوا' میرے ذہن میں کچھ اور ہی تصور تھا۔ کچا پکا گھر' صحن میں بندھے جانور۔ گندگی' غلاظت' تاہم ایسا کچھ بھی نہیں تھا۔ لڑکا بھی اکلوتا ہے۔ آڑھت کا کاروبار ہے۔ تعلیم یافتہ اور بہت شائستہ مزاج ہے اس کا سہیل کو تو بہت

ہی پسند آیا ہے۔ ماں اس کی بہت بیمار ہے۔ جتنے پھرنے سے قاصر۔ کمرے تک محدود ہے۔ امی! ہر لحاظ سے بہترین رشتہ ہے' آپ ہاں کردیں۔ کیونکہ سب سے بہترین چیز یہ ہے کہ وہ سومیہ کو بہت چاہ سے مانگ رہے ہیں۔"

زنیرا باجی بہت مسرور تھیں۔ سب سے بڑی بات سہیل بھائی اس رشتے کے حامی تھے۔ سو باقی کے معاملات بہت تیزی نپٹائے گئے۔ انہیں جہیز کی ضرورت نہیں تھی۔ سختی سے منع کردیا گیا تھا۔ مگر پھر بھی پھوپھو کچھ نہ کچھ بنانا چاہتی تھیں۔

دوسری طرف بھی شادی کی دھوم دھام سے تیاریاں ہو رہی تھیں۔ لالی کی مصروفیات دیکھنے سے تعلق رکھتی تھیں۔ پورے گھر کو روشنیوں سے سجایا جارہا تھا۔ جبکہ جمال ابھی تک حیران تھا۔ اسے لالی کی کسی بات پر یقین نہیں تھا۔ وہ یقین کرتا بھی کیسے' وہ خود اس "مہم" پر پچھلے چار پانچ سالوں سے خود کو کھپا رہا تھا۔ اور اب لالی صرف ایک ہی ملاقات میں اس کی پھوپھی کی گمشدہ بیٹی کو نہ صرف دریافت کرچکا تھا بلکہ بالا ہی بالا شادی کے معاملات تک نپٹا لیے تھے۔

اماں بہت خوش تھیں۔ اور لالی سے تو کچھ زیادہ ہی خوش تھیں۔ حسنہ بھی بہت مسرور دکھائی دیتی تھی۔ اس کے خیال میں سومیہ کے آنے کے بعد وہ جمال اور لالی سے زیادہ بہتر مقابلہ کرسکتی تھی۔

سومیہ سے شادی کے لیے اماں نے اس کی رضا مندی کے متعلق پوچھا تھا۔ جمال کو سومیہ تو کیا کسی بھی لڑکی سے شادی پر اعتراض نہیں تھا۔ بس وہ چاہتا تھا۔ دو چار سال تک شادی کو ملتوی کردیا جائے۔ مگر اماں کو اب مزید دیر گوارا نہیں تھی۔ سو شادی کی تیاریاں عروج پر تھیں۔ مگر وہ اپنی چند الجھنوں کو خفیہ طریقے سے دور کرچکا تھا۔

ایک تو لالی کا کہا سو فیصد سچ تھا کہ سومیہ حسن مراد اور ثمانہ مراد کی بیٹی ہے۔ اور یہ کہ چند سال پہلے ہی یہ لوگ "حسن منزل" دوبارہ شفٹ ہوئے تھے مگر سوال یہ پیدا ہوتا تھا۔ سومیہ اتنا عرصہ کس کے ساتھ رہی ہے۔ کون اس کی سرپرستی کرتا رہا تھا۔ وہ اماں سے علیحدگی میں بات کرنا چاہتا تھا۔ چند اور الجھنوں کو رفع کرنا چاہتا تھا۔ اتفاق کی بات تھی اسی رات اماں سے تنہائی میں بات کرنے کا موقع مل گیا۔

"اماں! سب سے قریبی تعلق تو آپ کا تھا سومیہ سے' تو ابا اور آپ سومیہ کو لینے کیوں نہ گئے؟ آپ کا حق بنتا تھا کہ سومیہ کو فوراً" لینے روانہ ہوجاتیں۔"

"ادھر کفن دفن سے فراغت کے بعد سومیہ کو لینے ہی تو گئے تھے مگر حسن کے گھر تالا لگا ہوا تھا۔ آس پڑوس سے پوچھا تھا۔ ہر در کھٹکھٹایا کہ حسن کی چھ ماہ کی بچی کا کچھ پتا چل سکے۔ مگر حسن کے پڑوسی جو کرائے دار تھے' وہ سننے میں آیا تھا کہیں دوپہر سے سامان ٹرک میں لوڈ کروا کے کہیں چلے گئے ہیں۔ حسن کا اپنے اس پڑوسی کے علاوہ اور کسی کے ساتھ ملنا ملانا نہیں تھا۔" اماں تھکی تھکی آواز میں کھانستے ہوئے یادداشت کے خانے کھنگالتے ہوئے بتانے لگیں۔

"ابا نے دوبارہ کوشش نہیں کی؟"

"اسے بھلا ضرورت کیا تھی کوشش کرنے کی۔ اس نے تو ہزار دفعہ شکر ادا کیا تھا کہ سومیہ کی ذمہ داری سے جان چھوٹ گئی۔ اسے اپنی اولاد وبال لگتی تھی۔ بھانجی کو کیسے پالتا۔ یہ تو میرے بھائی کا جگرا تھا ہم دونوں پر اپنی چھایا کرلی۔ ہر کوئی تو بھائی شمریز جیسا نہیں ہوسکتا۔" اماں کو اپنے مرحوم بھائی یاد آگئے تھے' اسی لیے وہ رونے لگی تھیں۔

"جنت! او جنت' یہ کیا بدشگونی کررہی ہو۔ خیر سے بیٹے کا بیاہ ہے۔ اور تم آنسو بہا رہی ہو۔" حمیدن بوا غلط موقع پر انٹری مارنے کی شوقین تھیں۔ جمال کچھ اور بھی پوچھنا چاہتا تھا مگر بوا کی موجودگی کے خیال سے خاموش رہا۔

☼ ☼ ☼

برات والے دن بہت رونق تھی۔ دونوں طرف کے انتظامات بہت شان دار تھے۔ مہندی والی رات پھوپھو بہت دیر سومیہ کے پاس بیٹھی رہی تھیں۔ بار بار ان کی آنکھیں بھر آتیں۔

دل کی حالت عجیب ہو رہی تھی۔ سومیہ خود نجانے کتنی مرتبہ رو چکی تھی۔ آنے والے لمحات اسے خوف زدہ کر رہے تھے۔ اس کے دل میں وسوسوں کی پکڑ دھکڑ پورے دل سے خوش نہیں ہونے دے رہی تھی۔ کئی مرتبہ سومیہ کا دل چاہا تھا کہ وہ اپنے خدشات کسی سے شیئر کرے۔ باجی سے یا پھر پھوپھو سے۔

"تم کچھ کہنا چاہتی ہو سومی!" پھوپھو اس کے لرزتے ہونٹوں میں چھپے سوال کو سمجھ کر نرمی سے پوچھنے لگیں۔

"جی۔" وہ سر جھکا کر بولی۔

"کیا؟" پھوپھو نے پیار سے پوچھا۔

"پھوپھو! میں چاہتی تھی کہ آپ انہیں سب کچھ بتادیں۔" لرزتے لہجے میں سومیہ نے کہہ دیا۔

"کیا بتاؤں؟" پھوپھو حیران ہوئیں۔ "اور کسے بتاؤں۔"

"جمال کے گھر والوں کو۔"

"کیا؟" وہ چونک گئیں۔

"میری امی کے متعلق۔" وہ لحظہ بھر کو خاموش ہوئی۔ "پھوپھو! میں نہیں چاہتی کہ کل انہیں جب میری ماں کے ماضی کے بارے میں خبر ہو تو انہیں اس رشتے پر پچھتانا پڑے۔ آپ اچھی طرح سے جانتی ہیں کہ کتنی مرتبہ لوگ مجھے اسی وجہ سے ریجیکٹ کر کے گئے تھے کہ میری ماں کردار کی ہلکی تھی اور شاید ماں والی "خوبیاں" مجھ میں بھی موجود ہوں۔"

"اب یہ ممکن نہیں۔ جو ہونا تھا ہو گیا۔ سب کچھ طے پا چکا ہے۔ کل برات آئے گی۔ تم جانتی ہو کہ تمہاری شادی میرے سارے بوجھ اتار دے گی پھر ندیم بھی کچھ مہینوں تک مجھے اپنے پاس بلوانے والا ہے میں ہر فکر سے آزاد ہو کر جانا چاہتی ہوں۔ تم بھی بے کار کی فکریں پالنا چھوڑ دو۔ خوش رہو' اور اچھی اچھی باتیں سوچو" پھوپھو اس کی پیشانی چوم کر اٹھ گئیں۔

دوسرے دن بارات اپنے مقررہ وقت پر پہنچ گئی تھی۔ نکاح بخیر و خوبی ہوگیا۔ مبارک سلامت کا شور اٹھا۔ سہیل بھائی اور زنیرا باجی مہمانوں سے مل رہے تھے۔ مبارکیں وصول کر رہے تھے۔

"جنت نے غیروں میں بیٹیا بیاہا ہے؟" مہمان خواتین میں سے کسی بڑی بی نے پوچھا۔

"ارے کہاں؟ اپنی ثمانہ کی بیٹی ہے۔" کسی دوسری خاتون نے بڑے جوش کے عالم میں بتایا۔

"ثمانہ کی بیٹی۔" کئی عورتیں جہاں ٹھٹک کر ایک دوسرے کو حیرت بھری نظروں سے دیکھنے لگی تھیں وہیں پھوپھو کے قدم گویا زمین نے جکڑ لیے۔ وہ وحشت بھری آنکھوں سے مہمان خواتین کو دیکھ رہی تھیں۔

"ثمانہ کی بیٹی۔ ثمانہ کی بیٹی۔" وہ زیر لب بڑبڑائیں۔ "ثمانہ کا یہاں کیا ذکر۔ یہ لوگ ثمانہ کو کیسے جانتے ہیں۔؟ ثمانہ ان کی کیا لگتی ہے؟ سومیہ کو میں نے کہاں بیاہ دیا؟ بغیر جانچ پڑتال کیے بغیر جانچے' پرکھے' یہ میں نے کیا کردیا ہے۔" وہ وحشت زدہ سی جہاں کی تہاں کھڑی رہ گئیں۔

"جمال ثمانہ کا بھتیجا ہے نا۔" ایک اور عورت وضاحت کر رہی تھی۔

"ثمانہ کا بھتیجا۔" پھوپھو کے دماغ پر ہتھوڑے برسنے لگے۔ وہ لرزتے قدموں سے چلتی ہوئی شامیانے سے باہر آئی تھیں۔ ان کا پورا وجود پسینہ پسینہ ہو رہا تھا۔ ٹانگیں کانپ رہی تھیں۔ وہ خود کو رعشہ زدہ کوئی عمر رسیدہ عورت تصور کرنے لگی تھیں محض لمحہ بھر میں۔

"سومیہ' حسن مراد کی بیٹی ہے۔ اس نے مجھے بتایا اور میں نے یقین کرلیا۔ ہمیں کسی اور تصدیق کسی اور وضاحت یا پھر کسی سرٹیفکیٹ کی ضرورت نہیں۔ آج تمہیں یقین آگیا ہے نا؟ میں نے کچھ اور ذرائع سے بھی انفارمیشن لی ہیں۔ یہ مناسب موقع نہیں۔ تفصیل گھر جا کر بتاؤں گا جمال بھائی! ابھی تو سالیوں کے نرغے میں اسٹیج پر بیٹھے ہو۔ اچھا' میں ذرا شامیانے سے باہر نکلا ہوں۔ ہاں' ہاں گھر جا کر بھی یہ بات بتا سکتا تھا تاہم میں نے سوچا یہ "مہم" چونکہ میری وجہ سے کامیابی

سے ہمکنار ہوئی ہے تو مجھے اس کے بدلے میں کیا ملے گا؟! اچھا' تم بھی گھر جا کر بتاؤ گے۔ ٹھیک ہے' آتا ہوں یار! ناراض کیوں ہوتے ہو۔"

وہ کوئی نوجوان تھا۔ جو موبائل کان سے لگائے بڑے خوشگوار موڈ میں کسی سے باتیں کر رہا تھا۔

"ابھی تمہیں ڈسٹرب کرنا مناسب نہیں۔ سومیہ کے ساتھ ایک عجیب و غریب کہانی بھی اس کے ہمراہ آئے گی۔ میں بھی حیران ہوا تھا۔ تم بھی حیران ہو گے۔ میں نے بہت محنت کے بعد بہت کچھ معلوم کیا ہے۔ سب کچھ بتاؤں گا مگر ابھی نہیں۔ ابھی تو میں رواں دریا کی موجوں کو دیکھ رہا ہوں۔ دیکھو اس دریا میں طغیانی کب آتی ہے۔"

اب وہ موبائل جیب میں پھنسا کر شامیانے کے داخلی دروازے سے اندر چلا گیا تھا جبکہ شبانہ اختر کی رہی سہی ہمتیں بھی جواب دے گئیں۔ انہیں کچھ ہی پل لگے ہوں گے اگلا لائحہ عمل تیار کرتے ہیں۔ پھر وہ مطمئن ہو کر گھر کی طرف بڑھ گئی تھیں جہاں سومیہ دولہن بنی بیٹھی تھی۔ اب جو کرنا تھا۔ بہت جلد کرنا تھا ورنہ۔

✡ ✡ ✡

نجانے دن کا کون سا پہر تھا جب دروازے پر زور دار دستک ہوئی۔ سومیہ ہڑبڑا کر اٹھ گئی تھی۔ اصلی گلابوں سے سجی خوشنما لڑیوں کو پیچھے ہٹا کر اس نے وحشت کے عالم میں ارد گرد نظر دوڑائی۔ پہلے تو کچھ سمجھ میں نہیں آیا تھا مگر پھر آہستہ آہستہ اس کا سویا سویا ذہن بیدار ہو گیا۔ یوں لگتا تھا نیند کی رات والی کیفیت کا اثر ایکدم غائب ہو گیا۔ وہ اپنی بکھری ہمتوں کو مجتمع کرنے کے بعد بھی بے دم سی بیٹھی تھی۔ اس کی آنکھیں رات کا ایک ایک منظر دیکھ رہی تھیں۔

"میں نے جمال سے کیا کہا تھا۔" بہت سوچنے کے بعد بھی اسے کچھ یاد نہیں آیا۔ مسلسل دماغ پر زور ڈالنے کی وجہ سے سر میں ٹیسیں اٹھنے لگی تھیں۔ ہمیشہ اس پر مسلط رہنے والی غنودگی اس وقت غائب تھی۔ شاید اس لیے بھی کہ وہ تمام رات سوتی رہی تھی۔ یا سوتی جاگتی کیفیت میں تھی۔ سومیہ کو یوں لگ رہا تھا۔ یہ رات ایک خواب تھی۔ وہ خواب کے سفر پر رواں دواں تھی اور اسی خواب کے زیر اثر وہ جمال سے مخاطب تھی۔ جمال اس سے کچھ سوال کر رہا تھا' کچھ پوچھ رہا تھا۔ مگر اس نے بھی تو جمال سے کچھ کہا تھا۔ کیا؟ یہ اب سومیہ کو بھول چکا تھا جو دوائی کھا کر وہ اپنے گھر سے یہاں تک آئی تھی۔ اس کا اثر اتنا شدید تھا کہ سومیہ اپنی سدھ بدھ بھول گئی تھی۔

دروازے پر ایک دفعہ پھر زور دار دستک ہوئی تھی۔ اگرچہ دروازہ لاک نہیں تھا مگر کسی نے کھولنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ سومیہ ابھی تک رات کا لباس پہنے ہوئے تھی۔ ایک مرتبہ پھر عجیب سے احساسات نے اسے اپنی لپیٹ میں لے لیا۔

اس نے دروازہ کھولنے کے بجائے چپکے سے کنڈی چڑھا دی تھی۔ پھر اپنا سوٹ کیس گھسیٹ کر کپڑے نکالنے لگی۔ دروازہ اب بھی وقفے وقفے سے بج رہا تھا۔ کپڑے بدل کر اس نے بال بنائے تھے پھر دوپٹہ اوڑھ کر دروازہ کھول دیا۔ سامنے دیکھے بھالے وہ چہرے آنکھوں میں تفکر لیے نظر آئے۔

"تھینک گاڈ! آپ نے دروازہ تو کھولا۔" لالی نے بے اختیار چھت کی طرف دیکھ کر ہاتھ بلند کیے۔

"میں تو سمجھ رہا تھا۔ آپ سوسائیڈ (خودکشی) کر چکی ہیں۔ حالانکہ میرا بھائی اتنا بھی برا نہیں۔ خیر' آپ کو زندہ سلامت دیکھ کر پیٹ میں ہلچل مچ گئی ہے۔ تھانید ارنی جی! آپ ذرا فٹافٹ اپنے خوبصورت ہاتھوں سے ناشتہ بنا کر لائیں۔ سومیہ جی کو بھی بھوک لگ رہی ہو گی۔"

لالی کی زبان فراٹے بھر رہی تھی۔ تھانید ارنی کو غصہ آ گیا۔

"بولے جاتے ہو۔ بولے جاتے ہو' کسی اور کو باری نہیں لینے دیتے۔"

"تو آپ پہلے گولڈ میڈل حاصل کر لو۔ ستارہ جرات لے لو۔" لالی نے بازو سے پکڑ کر حسنہ کو آگے کیا۔



سومیہ کے ہونٹوں پر بھولی بسری سی مسکان پھیل گئی۔

"دوپہر بخیر!" حسنہ نے مسکراتے ہوئے سومیہ کو گلے لگایا۔ "تم اٹھ گئی ہو' میں تمہارے لیے ناشتہ لاتی ہوں مگر اس سے بھی پہلے تم پھوپھی سے مل لو۔ رات کو تم بھی تھکی ہوئی تھیں اور انہوں نے بھی سرسری سا دیکھا تھا۔ اب صبح سے بے چین ہیں کہ سومیہ کو بھیجوں۔"

"پھوپھی کہاں ہیں؟ کس طرف جانا ہے۔" سومیہ نے نرمی سے پوچھا۔ وہ ان زہریلی سوچوں سے پیچھا چھڑانے اور اپنا دھیان بٹانے کی غرض سے بولی۔

"وہ تمہاری پھوپھی نہیں ہیں سومیہ! میرے ساتھ آؤ۔ وہ انتظار کر رہی ہیں تمہارا۔ جمال بھائی بھی وہیں ہیں۔ میں ابھی اصلی دیسی گھی سے پراٹھے بنا کر لاتی ہوں۔"

حسنہ اس کا ہاتھ تھامے ایک راہداری کی طرف بڑھ گئی تھی۔ اماں کے کمرے کا دروازہ کھول کر اسے اندر بھیجنے کے بعد وہ کسی کے "تھانید ارنی جی" پکارنے پر واپس پلٹ گئی تھی۔ سومیہ نے اماں کے کمرے میں قدم رکھا تو سامنے بیٹھے جمال کو دیکھ کر اس کی سانسیں الجھنے لگیں۔ اسے یوں محسوس ہو رہا تھا۔ وہ کام آخری اسٹیج بس ابھی ہو جائے گا' جمال نے گہری کاٹ دار طنزیہ نظر اس کی طرف اچھالی۔ سومیہ کے رہے سہے اوسان بھی خطا ہو گئے تھے۔

"آؤ' میری دھی رانی! میری بچی' ادھر آؤ میرے پاس۔" اماں نے والہانہ انداز میں اپنے بازو اسے دیکھتے ہی پھیلا لیے تھے۔ وہ برات کے ساتھ نہیں جا سکی تھیں تاہم رات کو بھی انہوں نے سومیہ کا اسی انداز میں استقبال کیا تھا۔ سومیہ کسی معمول کی طرح ان کی کھلی باہوں میں سما گئی۔ ایک لمحے کو تو اسے جمال کی موجودگی بھی بھول گئی تھی۔

"رات کو ٹھیک سے نیند تو آ گئی تھی۔ نیا ماحول' نئی جگہ۔ گاؤں میں تمہاری پہلی رات تھی نا۔ گھبرائیں تو نہیں۔" وہ بڑی محبت سے اس کا چہرہ ہاتھوں میں لیتے ہوئے پوچھ رہی تھیں۔

کوئی ایسی ویسی عید ای۔ مجھے تو لگتا ہے پچھلے ہی سالوں سے رت جگا منایا جا رہا تھا جو یہاں آ کر سونے کی کسر پوری کی گئی ہے۔" جمال اس کے بے سدھ سو جانے پر شاید طنز کر رہا تھا۔ سومیہ بری طرح شرمندہ ہو گئی۔ ایک دفعہ پھر اس کی سوچیں منتشر ہو گئیں۔

"میں نے رات کو بھلا ان سے کیا کہا تھا؟" وہ سوچتی رہ گئی تھی۔ اماں نے اسے اپنی طرف متوجہ کر لیا۔

"حسنہ نے ناشتہ کروا دیا ہے؟"

"ابھی تو محترمہ باہر تشریف لائی ہیں۔" جمال نے پھر طنز کا تیر پھینکا۔

"یہ کمرے میں نہیں سوئے تھے۔ پھر نجانے رات کو کہاں چلے گئے تھے۔" سومیہ نے بے اختیار سوچا۔

"پتر! فکر مت کرنا۔ یہاں سب تمہارے اپنے ہیں۔ حسنہ تمہاری بہن ہے۔ لالی چونچال طبیعت رکھتا ہے۔ مگر ہے بہت اچھا' ادب لحاظ والا۔ اسی نے تو مجھے بتایا تھا کہ وہ ثمانہ اور حسن کی بیٹی کو ڈھونڈ چکا ہے۔ ورنہ اس جمال نے تو مجھے مایوس ہی کر ڈالا تھا۔ جب بھی ترلے منتیں کر کے بھیجا' یہ ناکام ہی لوٹ کر آیا۔ لالی میرا بڑے گنوں والا ہے۔ چند دنوں میں تمہارا اتا پتا معلوم کر کے آ گیا تھا۔ سرکاری نوکری کے لیے امتحان دے رکھا ہے لالی نے۔ تمہاری شادی سے دو دن پہلے اس کا پرچا تھا خیر سے نوکری لگ گئی تو پھر۔"

"اماں! میں کون ہوں؟" اس کے لبوں سے سسکاری برآمد ہوئی۔

"تم ثمانہ کی بیٹی ہو۔ ثمانہ میری چچا زاد بہن تھی' میں تمہاری سگی ممانی ہوں پتر!" اماں اسے باہوں میں بھینچے بھرائی آواز میں کہہ رہی تھیں۔

"تمہاری ماں سے وعدہ کر رکھا تھا۔ زبان دی تھی۔ آج وہ وعدہ پورا ہوا۔ میں نے اپنا عہد نبھا دیا۔ میں سرخرو ہوئی۔ اللہ تم دونوں جوڑی سلامت رکھے۔" پھوپھو کہہ رہی تھیں۔

کیسا وعدہ؟" سومیہ کو لگا۔ وہ چکرا کر گر جائے گی۔

"آپ میری سگی ممانی ہیں؟"

✡ ✡ ✡

"م۔ مجھے آپ سے کچھ کہنا ہے؟" سومیہ خشک لبوں پر زبان پھیرتے ہوئے کپکپاتی آواز میں بولی۔

"ابھی کچھ اور بھی کہنے کی حسرت موجود ہے۔ جو کچھ رات کو کہا ہے' اس سے دل نہیں بھرا۔" جمال فون پر کسی آڑھتی سے بات کر رہا تھا' موبائل جیب میں رکھتے ہوئے طنزیہ انداز میں بولا۔

"آپ میری بات سن لیں۔" سومیہ رو دینے کو تھی۔ پشیمان' شرمندہ' الجھی الجھی' کھوئی کھوئی سی۔ جمال کو لمحہ بھر کے لیے وہ ایب نارمل لگی تھی۔

"رات سے تمہاری ہی تو سن رہا ہوں۔ اپنی ماں کی "خوشی" کا خیال نہ ہوتا تو اب تک نجانے کیا کر چکا ہوتا۔ عرصۂ دراز بعد اماں کو خوش دیکھ رہا ہوں۔ اور اماں کی وجہ سے تمہاری بے حیائی کا اعتراف سن کر بھی خاموش ہوں۔ ابھی سارا کچا چٹھا کھول دوں تمہارا تو دو کوڑی کی رہ جاؤ گی سب کی نظروں میں۔" جمال نے ایک سلگتی نگاہ اس پر ڈالی تھی اور پھر اٹھ کر اس کے قریب چلا آیا۔ "جب کوئی اور تمہیں پسند تھا تو پھر یہ شادی کا ناٹک کیوں کیا؟"

"رب رحیم کی قسم! جو کہنا چاہتی ہوں ایک دفعہ خاموشی سے سن لیں۔" سومیہ اس کے قدموں میں بیٹھ کر کپکپاتی آواز میں بولی۔ پھر اس نے اپنے دونوں ہاتھ جمال کے پیروں پر رکھ دیے جمال ششدر رہ گیا تو رہ گیا تھا۔

"میں اپنا اعتبار کھو چکی ہوں۔ اتنا تو میں جانتی ہوں کہ اب آپ کو میری کسی بات پر اب یقین نہیں آئے گا۔ مگر پھر بھی مجھ بدبخت کو وضاحت کا ایک موقع ضرور دیں۔"

جمال کو اپنے پیروں پر کچھ نمی کا احساس ہوا تھا۔ اس نے جھک کر دیکھا' وہ آنسو تھے۔ سومیہ کے بارش کی بوندوں کی مانند گرتے آنسو۔ جمال کو کچھ عجیب سا احساس ہوا۔ وہ جھنجلا کر سومیہ پر جھکا تھا۔

"اٹھو' یہ کیا احمقانہ حرکت ہے۔" جمال نے اسے بازوؤں سے پکڑ کر اٹھایا۔ "جو کہنا ہے۔ یہاں بیٹھ کر کہو۔" جمال نے اسے پلنگ پر بٹھایا۔

"میں نہیں جانتی' وقت میرے ساتھ کیا کرے گا۔ کوئی بھی نہیں جانتا۔ اگر کوئی جان جائے تو۔ مگر کوئی جانے بھی کیسے؟ عمر بیت جاتی ہے اور کوئی کسی کو بھی نہیں جان پاتا۔ اور مجھے تو ایسا دعوا شروع سے ہی نہیں تھا۔ تمام عمر ایک "خوف" کی کیفیت میں خود کو ایک کمرے تک محدود کیے رکھا تھا۔ صرف ایک طعنے کا خوف۔ کسی کی ایک جتاتی نگاہ کا خوف۔ تمسخر اڑاتی اس مسکراہٹ کا خوف جو کسی بھی جاننے والے کے لبوں پر مجھے دیکھتے ہی کھل اٹھتی تھی۔ کوئی مجھے ثمانہ کی بیٹی کے حوالے سے طعنہ نہ دے۔ کوئی یہ نہ کہہ دے' دیکھو یہ ثمانہ کی بیٹی۔ وہ جو رات کے اندھیرے میں بھاگ گئی تھی۔ اسے بلکتا چھوڑ کر۔ جسے اپنے شوہر کے دوست سے محبت ہو گئی تھی اور جس نے رشتوں کی حرمت کا بھی پاس نہیں رکھا تھا۔ ایسی بے کردار کی "عورت" کی بھلا کون عزت کرتا ہے؟

آج تک میں نے اپنی ماں کے حوالے سے جو بھی سنا' وہ سب مجھے دھیرے دھیرے ابنارمل بنا رہا تھا۔ مجھے لگتا تھا' میں پاگل ہو جاؤں گی۔ میں جب جب اپنی ماں کے متعلق سوچتی تھی میری سانس گھٹنے لگتی۔ میرا دم الجھنے لگتا' مجھ پر دورے کی کیفیت طاری ہونے لگتی۔ میری عزیز از جان پھوپھو نے اس کیفیت کو ایک بیماری سمجھ لیا۔ وہ میری دوائیں ڈھونے پر مامور ہو گئیں۔

"سومیہ کے سر میں درد ہے۔ اسے گولی دے دو۔"

"سومیہ کو نیند نہیں آتی' اسے گولی کھلا دو۔"

سومیہ کا سانس اکھڑنے لگا ہے۔ اسے کالی بوتل والی دوا پلوا دو۔"

ان ہی باتوں کے درمیان میری زندگی گزری ہے۔ میں نے کبھی کسی سائے کی تلاش میں باہر کے درختوں کی چھایا کی طرف نہیں دیکھا تھا۔ کیا تھا جو حسن مراد کی بیٹی کے آنگن میں کوئی درخت نہیں تھا۔ چڑھتا سورج اگر اسے سلگاتا تھا تو کیا ہوا۔ وہ تھوڑی دیر تپش سے بچنے کے لیے اپنی ماں کی طرح کوئی بدنامی کیوں مول لیتی۔ اسے جلنا منظور تھا۔ مگر بدنام ہونا نہیں۔

پر مجھے لگتا ہے۔ میں نے کل رات عمر بھر کی ساری



ریاضت مٹی میں رول دی ہے۔ میں نے آپ سے جو کچھ کہا' وہ غلط تھا۔ جھوٹ تھا۔ سومیہ ہر الزام سے بری ہے۔ ہر جھوٹ سے پاک ہے۔ سومیہ نے جو کہا غلط کہا۔ جھوٹ کہا۔ میری زندگی میں آپ کے سوا کوئی نہیں۔ آپ کے نام نے مجھے معتبر کیا ہے۔ مجھے ایک ذلت بھری زندگی سے آزاد کیا ہے۔ میں تمام عمر آپ کی تابع دار رہوں گی۔ آپ میری بات کا یقین کریں۔ آپ کو رب رحیم کا واسطہ۔"

وہ تڑپ تڑپ کر رو دی تھی۔ سومیہ نے جو کچھ اس سے کہا تھا۔ کسی بھی غیرت مند مرد کے لیے وہ باتیں ناقابل برداشت تھیں۔ پوری رات وہ نفرت کے دہکتے الاؤ میں خود کو بھڑکتا محسوس کرتا رہا تھا۔ اس کے اندر ایک طوفان اٹھنے کی مخصوص آوازیں اٹھ رہی تھیں۔ مگر اس وقت تمام شور جادو کی چھڑی سے گہری نیند سو گیا تھا۔

سومیہ خاموش ہو گئی تھی۔ بس اس کی سسکیوں کی ہلکی آواز اس سناٹے کو چیر رہی تھی۔

"سومیہ! چپ ہو جاؤ اور مجھے ساری بات بتاؤ۔" جمال نے اس دبیز معنی خیز سناٹے کو چیرتے ہوئے کہا۔ سومیہ نے دیکھا اور حیران رہ گئی۔

"تو میرے پروردگار نے جمال کے دل کو بدل دیا ہے۔" وہ دھک دھک کرتے دل سے سوچتی رہی۔ اس کے چہرے پر پھیلی اجنبیت غائب ہونے لگی تھی اور کچھ نرم نرم تاثرات ابھرنے لگے تھے۔ سومیہ نے جمال کو کہتے سنا۔ وہ شاید دوبارہ اپنے الفاظ دہرا رہا تھا۔

"سومیہ! تم مجھے یہ بتاؤ۔ جو کچھ رات کو تم نے مجھ سے کہا تھا۔ اس کا اسکرپٹ کس نے لکھا۔ کس نے تمہارے ہاتھ میں تھمایا تھا۔ بتاؤ سومیہ! اور تم اپنی ماں کے بارے میں ایسے الفاظ۔"

"مجھے تو۔ مجھے وہ سب کس نے بولنے کے لیے کہا۔"

سومیہ سوچ میں گم ہونے لگی تھی اور پھر اس کا دل گویا کسی نے مٹھی میں لے کر بھینچ ڈالا۔ اس کے ہونٹ نیم وا ہوئے تھے اور پھر اس نے جمال کو سب بتانا شروع کر دیا۔

☼ ☼ ☼

وہ دلہن بنی جائے نماز پر بیٹھی ہاتھ دعا کے انداز میں بلند کیے رو رہی تھی۔ جب دروازہ کھلنے کی آواز آئی۔ سومیہ نے آنسو بھری نگاہوں سے اندر آنے والے وجود کو دیکھا اور پھر جائے نماز اٹھا کر خود بھی لہنگا سنبھالتی اٹھ گئی۔

"میری بچی!" پھوپھو نے اسے ساتھ لپٹا کر رونا شروع کر دیا تھا۔ وہ دھاڑیں مار مار کر رو رہی تھیں۔ اور یہ رونا ایک بیٹی کے رخصت ہونے پر نہیں آ رہا تھا۔ بات تو کچھ اور تھی جسے سن کر سومیہ پر ایک قیامت گزر گئی۔

"ہمارے ساتھ دھوکا ہوا ہے میری بچی! یہ لوگ تو فراڈ نکل آئے ہیں۔ لڑکے کا آڑھت کا کاروبار نہیں' ہیروئن کا کاروبار کرتا ہے۔ نشہ بیچتا ہے۔ ہائے ہمارے نصیب!"

"پھوپھو! آپ کیا کہہ رہی ہیں۔؟" سومیہ کے دل کی دھڑکن رک رک کر چلنے لگی۔

"ہاں میری بچی! میں جہاں نصیب سچ کہہ رہی ہوں۔ مجھے معاف کر دو۔ میں تمہارے لیے بہتر فیصلہ نہیں کر سکی۔" پھوپھو تڑپ تڑپ کر رو دیں۔

"اب کیا ہو گا پھوپھو؟" سومیہ وحشت زدہ سی بولی۔

"ہونا کیا ہے۔ ہماری بدنصیبی۔" پھوپھو نے اپنا سر پیٹ ڈالا۔ "اب اگر خود کو بچانا چاہتی ہو تو میری بچی کچھ ہمت سے کام لو۔ ذرا دل کو مضبوط کرو۔ بہادری سے ان حالات کا مقابلہ کرو۔"

"مگر کیسے؟" سومیہ کے آنسو ٹپ ٹپ گرنے لگے۔ اسے سچ مچ کوئی خوشی راس نہیں آئی تھی۔

"تمہیں رخصت کرنا میری مجبوری ہے۔ عزت کا سوال ہے۔ کس کس کو جواب دیتی پھروں گی۔ لوگ وضاحتیں مانگیں گے۔" پھوپھو نے اپنے بال نوچ لیے۔

"مجھے کیا کرنا ہو گا؟" وہ خوف زدہ سی بولی۔

"تمہیں۔" پھوپھو رونا بھول کر سوچ میں پڑ گئیں۔ اور سوچ تو انہوں نے شاید پہلے سے رکھا تھا۔ نرمی سے، پیار سے انہوں نے سومیہ کو ایک ایک بات سمجھادی۔

"اپنی عزت کی حفاظت تمہیں خود کرنا ہے۔ خود کو بچالو سومیہ! میں بھی تمہیں اس جہنم میں رہنے نہیں دوں گی۔ ایسے دو نمبر آدمی کے ساتھ زندگی گزارنا دوزخ میں جلنے کے برابر ہے۔ میں تمہیں جلد واپس لے آؤں گی۔ خلع کا کیس کر کے جان چھڑوالیں گے۔ بس تم ثابت قدم رہنا۔"

"ٹھیک ہے پھوپھو! آپ نے جو کہا میں نے سمجھ لیا۔" وہ جذباتی ٹوٹ پھوٹ کا شکار اثبات میں سر ہلاتی گئی۔ اٹھنے سے پہلے پھوپھو اپنے ساتھ لایا دودھ کا گلاس اسے تھما کر بولیں۔ "یہ دودھ پی لو، تم نے کھانا بھی نہیں کھایا۔"

"جی اچھا۔" سومیہ کا دل ہرگز نہیں چاہ رہا تھا۔ مگر پھوپھو نے زبردستی اسے دودھ پلوادیا۔ اسی پل زنیرا باجی کمرے میں داخل ہوئیں۔

"امی! وہ لوگ رخصتی کے لیے کہہ رہے ہیں۔"

"ہاں۔ ہاں، تم سومیہ کو لے کر باہر آؤ۔" پھوپھو بوکھلا کر بولتے ہوئے باہر نکل گئی تھیں۔ جبکہ زنیرا باجی نے محبت سے سومیہ کے سراپے کی طرف دیکھا۔

"اتنا روپ آیا ہے کہ میں بتا نہیں سکتی۔ اتنا سادگی سے رہنے کا ایک فائدہ تو ہوا ہے۔ جمال کی آج خیر نہیں۔ تمہیں دیکھتے ہی اپنے حواس کھو دے گا۔"

زنیرا باجی شرارت سے کہہ رہی تھیں۔ اور سومیہ نے سچ مچ جمال کے حواس اڑانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی۔

☼ ☼ ☼

جمال نے مزید کوئی وضاحت طلب نہیں کی تھی۔ ولیمہ بخیر و خوبی نپٹ گیا۔ زندگی اپنے معمول پر آگئی تھی۔ جمال کا رویہ بھی سومیہ سے یکسر بدل چکا تھا، وہ اس کا ایک ایک [illegible] خیال رکھتا تھا۔ اماں اسے دیکھ دیکھ کر جیتی تھیں۔ حسنہ جیسی بہن اور لالی جیسے بھائی کی موجودگی میں سومیہ گویا ہر غم بھول گئی تھی۔ اسے یوں لگتا تھا، کوئی صدمہ، کوئی غم، کسی بھی قسم کی بیماری اسے چھو کر نہیں گزری۔

وہ حسنہ کے ساتھ برابر کام کرواتی تھی۔ باورچی خانے کا کام بھی وہ مل جل کر کرتی تھیں۔ کبھی وہ حسنہ کے ساتھ مشین لگوالی۔ کبھی دونوں مل کر گندم صاف کرتیں۔ کبھی صفائی ستھرائی میں مصروف رہتیں۔ کبھی دودھ لینے والی عورتوں اور لڑکیوں کی محفل میں بیٹھ کر چٹکلے سنتیں۔

سومیہ کو اپنی پہلے والی زندگی خواب لگتی تھی۔ سست، بیزار اور روکھی پھیکی زندگی۔

اب نہ تو اسے نیند کے جھونکے ستاتے تھے۔ نہ سر درد تڑپاتا تھا۔ نہ بلاوجہ سانس اکھڑنے لگتا۔ نہ دماغ ہمیشہ کی طرح سویا سویا رہتا۔ بیزاری اور سستی بھی اڑنچھو ہوگئی تھی۔ وہ سارے کام جھٹ پٹ کر لیتی تھی۔

پھر رات کو جمال کے آنے سے پہلے خود کو سجاتی سنوارتی۔ اماں بھی اسے ہر وقت دولہن بنا ہی دیکھنا چاہتی تھیں۔ حسنہ کی بھی یہی خواہش ہوتی۔

بیس دن ہو چکے تھے مگر پھوپھو نے دوبارہ کوئی رابطہ نہیں کیا تھا۔ حالانکہ وہ تو اسے جلد واپس لانا چاہتی تھیں، وہ بھی ہمیشہ کے لیے۔ سومیہ کو یہ بے چینی تھی کہ پھوپھو کو جمال کے بارے میں سب کچھ بتائے۔ یہ کہ پھوپھو کو کسی دشمن نے غلط بیانی کر کے جمال سے بدگمان کرنا چاہا تھا۔ ایسا کچھ بھی نہیں تھا۔ سومیہ اللہ کا شکر ادا کرتے نہیں تھکتی تھی کہ وہ کوئی غلط قدم نہیں اٹھا سکی اور نہ ہی جمال نے جذبات میں کوئی انتہائی فیصلہ کر لیا تھا ورنہ نجانے اس کا کیا بنتا۔

ادھر کے رواج کے مطابق دولہن کے میکے والے ولیمہ والے روز نہیں آتے تھے۔ یعنی ولیمہ میں شرکت نہیں کرتے تھے۔ مگر پھوپھو تو ولیمہ کے بعد بھی نہیں آئی تھیں۔ زنیرا باجی اور سمیرا باجی نے بھی رابطہ



نہیں کیا تھا۔ سومیہ روزانہ ہی جمال کے موبائل سے گھر کا نمبر ٹرائی کرنے کی کوشش میں ہلکان ہوتی رہتی مگر کوئی فون نہیں اٹھاتا تھا۔ کئی مرتبہ اس نے سہیل بھائی کے نمبر پر بھی کال کی تھی مگر ان کا نمبر بھی بند تھا۔

سومیہ کی پریشانی فطری تھی۔ تاہم ازلی جھجک کی وجہ سے وہ میکے جانے کے لیے جمال سے نہیں کہہ سکی تھی اور ویسے بھی جمال سیزن کی وجہ سے بہت مصروف تھا۔ رات کو بھی لالی اور جمال دونوں بہت دیر سے آتے تھے آج بھی ایسے ہی ہوا، ادھر بیل ہوئی، ادھر سومیہ نے لپک کر گیٹ تک جانا چاہا۔

"سومیہ جی! تم رہنے دو۔ میں دروازہ کھولتی ہوں۔" تھانیدارنی اپنے جلالی موڈ میں گیٹ تک گئی تھی۔

"سومیہ کی وجہ سے صرف جمال بھائی کو اندر آنے کی اجازت ہے۔ تم چلتے پھرتے نظر آؤ۔ یہ کوئی طریقہ ہے آدھی رات کو گھر چلے آنا۔ وہ بھی منہ اٹھا کر۔"

"تو کیا منہ کو "منڈی" میں ہی چھوڑ آتے۔" لالی جل کر بولا تھا۔ کیونکہ اس کے داخلے پر پابندی لگ رہی تھی۔ "کاش میری بھی شادی ہوئی ہوتی۔" لالی نے ٹھنڈی آہ بھری۔ پھر وہ جمال کے شانے سے چپکا۔

"پہلے ہی سردی بہت ہے۔ ٹھنڈی آہیں مت بھرو۔ مجھے برف کا بلاک نہیں بننا۔" جمال نے اسے پرے دھکیلا۔

"یہی میری عزت ہے۔ شادی کرواتے ہی آنکھیں بدل لیں۔ مت بھولو، اگر نہ ہوتا تو سومیہ جی تمہیں کبھی نہیں ملتیں۔"

"سومیہ کو اللہ نے میرے نصیب میں لکھا تھا۔ کسی نہ کسی موڑ پر اس نے ٹکرا ہی جانا تھا۔" جمال نے لالی کو بری طرح چڑایا۔

"لوگ بھی بلا کے بے مروت ہوتے ہیں۔" لالی نے دہائی دی۔ "سب اپنے پیٹ پر ہاتھ پھیرتے ہیں میرے خالی پیٹ کا کسی کو بھلا کیا احساس۔"

"روٹی پکا چکی ہوں۔ کیوں ندیدے بنتے ہو۔" حسنہ نے ناک چڑھائی۔

"میں "روٹی" کی بات نہیں کر رہا موٹی عقل والی۔" لالی نے اپنا سر پیٹا۔

"کیوں مرے جا رہے ہو۔ پہلے نوکری تو لگ جانے دو۔" جمال اس کی بات کے پس منظر سے واقف تھا۔ "اماں خود بھی یہی چاہتی ہیں مگر۔" جمال نے لالی کے کان میں سرگوشی کی۔

"تم سچ کہہ رہے ہو جمال بھائی!" لالی کو گویا ہفت اقلیم کی دولت مل گئی تھی۔ "یہ آٹے کی بوری ہمیشہ کے لیے میری ہو جائے گی۔" وہ ایکدم چیخا تھا۔

"کوئے کھا کر آئے ہو۔" حسنہ کچن سے کفگیر ہاتھ میں پکڑے برآمد ہوئی۔

"خود نہیں کھائے، آپ کے لیے لایا ہوں۔" لالی نے جگمگاتی آنکھوں سے حسنہ کی طرف دیکھا تھا۔ وہ اس کی نظروں کی تاب نہ لاتے ہوئے کچن میں غروب ہوگئی تھی۔

"توبہ، کتنا بے غیرت ہے۔ جمال بھائی کے سامنے گھور گھور کر دیکھتا ہے۔" حسنہ نے بری طرح دھڑکتے دل کو ڈپٹا مگر یہ بھی آج ہاتھوں سے نکلا جا رہا تھا۔

"تم کہاں جا رہی ہو؟" کھانے کے بعد سومیہ، جمال کو دودھ دے کر واپس جانے لگی تو اس نے سومیہ کا ہاتھ پکڑ کر پوچھا۔

"اماں کے پاس جا رہی ہوں۔" سومیہ نے ہنستے ہوئے بتایا تھا کیونکہ جمال کے منہ کے زاویے بگڑنے لگے تھے۔ اماں کا نام سن کر چپ سادھ گیا۔

"جلدی آنا۔ پھر مجھے سونا بھی ہے۔" دو تین مرتبہ تاکید کی گئی تھی۔

"مگر آج تو میں اماں کے کمرے میں سوؤں گی۔" سومیہ شرارتاً بولی۔

"کیوں؟" وہ چیخ پڑا تھا۔ "اماں کے پاس حسنہ سو جائے گی۔"

"مگر کب تک۔ وہ لالی بہت اتاؤلا ہو رہا ہے۔" لگے ہاتھوں سومیہ نے بے چین لالی کا پیغام ایک دفعہ پھر جمال تک پہنچا دیا۔

"لالی میرے ہاتھوں ضائع ہو جائے گا۔" جمال بھی

ہنس پڑا۔ اس نے بھی کہہ دیا تھا کہ جب تک نوکری نہیں لگتی۔ شادی تو کیا منگنی بھی نہیں ہونے دے گا۔" حالانکہ اماں بہت بے چین تھیں حسنہ اور لالی کی شادی کے سلسلے میں۔

"میں ابھی آتی ہوں' سوئیے گا مت۔" سومیہ ہنستے ہوئے باہر نکل گئی تھی۔ اماں اپنے کمرے میں تنہا تھیں۔ حسنہ دوسرے کمرے میں ٹی وی دیکھ رہی تھی۔

وہ اماں کا سر دباتے ہوئے چھوٹی چھوٹی باتیں کرنے لگی تھی۔ جب اچانک اماں نے اس کا چہرہ دونوں ہاتھوں کے پیالے میں لے کر چوم لیا۔

"تم ہو بہو ثمانہ جیسی ہو۔ ویسی ہی عادتیں' اسی کے جیسا مزاج۔ ویسی مسکراہٹ۔ بولنے کا انداز بھی وہی۔ یوں لگتا ہے میری آنکھوں کے سامنے ثمانہ چلتی پھرتی ہے۔"

"اچھا۔" سومیہ پھیکے سے انداز میں مسکرا دی' اماں کے سر پر اس کے نرم ہاتھوں کی گرفت بھی ڈھیلی پڑ گئی تھی۔ "تم کہاں چلی گئی تھیں سومیہ! میں نے تمہارا بہت انتظار کیا' ڈھونڈا' ثمانہ سے وعدہ جو کیا تھا۔" اماں کہہ رہی تھیں' ان کی نظریں اس کے چہرے پر تھیں۔

"حسن' ثمانہ کی سادگی پر مرمٹا تھا' تمہارے جیسا ہی بھولا بھالا سا چہرہ تھا اس کا۔ سادہ سی آنکھیں' تیزی طراری تو اسے چھو کر نہیں گزری تھی۔" اماں شاید ماضی کے دریچے میں جھانکنے لگی تھیں۔

"حسن اپنے کسی دوست کے ساتھ ہمارے گھر آیا تھا۔ تمہارے نانا کے گھر' ان کی گاڑی خراب ہو گئی تھی۔ اور طوفانی بارش میں انہیں رات کے لیے پناہ چاہیے تھی۔ ابا جی اللہ بخشے بڑے رحم دل انسان تھے۔ مہمان نوازی میں ان کا کوئی ثانی نہیں تھا۔ وہ حسن کو اور اس کے دوست اختر کو گھر لے آئے تھے۔ بس حسن نے ثمانہ کو دیکھا اور گھر کی دہلیز پکڑ لی۔ ابا جی سے ہاں کروا کر ہی دم لیا تھا اس نے۔ پھر شادی ہو گئی' ثمانہ شہر چلی گئی۔ حسن نے اسے بہت چاہا' بے پناہ محبت دی۔"

"اور انہوں نے ابو کے ساتھ کیا کیا؟" سومیہ کے لبوں سے اک دہکتا لاوا بر آمد ہوا۔ اماں بری طرح سے ٹھٹک کر سومیہ کی طرف متوجہ ہو گئی تھیں۔ جو شدت غم و غصے سے لرز رہی تھی۔

"کیا ہوا تھا؟" اماں نے حیرانی سے پوچھا۔

"آپ کو علم نہیں یا پھر؟" سومیہ ان سے بھی زیادہ حیران ہوئی۔

"کس بات کا علم نہیں۔" اماں نے حیرت پر قابو پا کر سومیہ کے پل بھر میں زرد ہوتے چہرے کی طرف دیکھا۔

"یہ ہی کہ امی' ابو کے کسی دوست کے ساتھ بھاگ گئی تھیں۔" سومیہ نے گویا اپنے ہی پرخچے اڑا دیے تھے۔ کتنا اذیت ناک تھا اس موضوع پر گفتگو کرنا۔

"تمہیں کس نے بتایا ہے؟" وہ حق دق رہ گئی تھیں۔ انہیں کھانسی کا طویل دورہ پڑ گیا۔ سومیہ ان کی کمر مسلنے لگی۔ پانی پلایا۔ انہوں نے تھوڑی چینی پھانکی تھی' تب ہی طبیعت کچھ سنبھلی۔ "مجھے پھوپھو نے بتایا تھا۔ ان سب لوگوں نے بتایا تھا جو اس حقیقت سے واقف تھے۔" سومیہ سر جھکائے آنسو پیتے ہوئے بتا رہی تھی۔

"پھوپھو کون؟ شبانہ بیگم۔" اماں پوچھ رہی تھیں۔ "شبانہ بیگم وہ ہی ہیں نا' جو تمہیں گھر کے پچھواڑے سے اٹھا کر اپنے ساتھ لے گئی تھیں۔ بقول ان کے گھریلو ملازمہ تمہیں لے کر فرار ہو گئی تھی' پھر اس نے تمہیں گھر کے پچھواڑے پھینک دیا۔ شبانہ خاتون کی نظر پڑی اور وہ بلکتی ہوئی چھ ماہ کی بچی کو اٹھا کر اپنے ساتھ لے گئیں۔"

"کیا مطلب؟ یہ آپ سے کس نے کہا۔" سومیہ پر حیرتوں کے پہاڑ ٹوٹ پڑے۔

"مجھ سے تو نہیں البتہ حسنہ اور بوا سے شبانہ نے یہ بات کہی تھی اور پھر لالی کو بھی انہوں نے یہ ہی بتایا تھا۔" اماں کو جو کچھ معلوم تھا انہوں نے کہہ دیا۔

"مگر ایسا کچھ بھی نہیں ہوا تھا۔" سومیہ دنگ رہ



گئی۔ "شبانہ پھوپھو میری سگی پھوپھو ہیں۔ ابو کی سگی بہن ہیں۔"

"حسن کی تو کوئی بہن تھی ہی نہیں۔ وہ اکلوتا تھا۔ مجھے سب یاد ہے۔ اس کے آگے پیچھے کوئی نہیں تھا۔ شادی میں بھی اس کے چند ایک دوستوں نے شرکت کی تھی۔" اماں نے اس کے کپکپاتے ہاتھ تھام لیے جو اس انکشاف پر زرد پڑ گئی تھی۔ "تو کیا شبانہ پھوپھو سب جھوٹ۔"

"ابو کی وفات کے بعد آپ کی امی سے کوئی ملاقات نہیں ہوئی۔ آپ کو نہیں خبر کہ امی کہاں ہیں؟"

"ملاقات بھلا کیسے ہوتی۔" اماں کی آنکھیں آنسوؤں سے لبریز ہو گئیں۔ "اور وہ اس وقت جہاں ہے' مجھے کیوں نہیں معلوم ہو گا۔"

"امی کہاں ہیں ممانی؟" سومیہ کے لبوں سے ٹوٹ ٹوٹ کر لفظ ادا ہوئے۔

"اپنے آبائی قبرستان میں' اپنے شوہر کے پہلو میں۔" اماں کے الفاظ نے سومیہ کو سر تاپا جھنجوڑ دیا تھا۔

"میری امی' تو کیا میری امی اس دنیا میں نہیں ہیں۔"

"حسن اور ثمانہ دونوں ایک ساتھ ٹریفک حادثے میں جاں بحق ہوئے تھے پتر! ایک ساتھ جنازے اٹھے تھے ان کے۔ تم سے جس نے بھی کہا' جھوٹ کہا۔ ارے ثمانہ کی پیر کی جوتی جیسا بھی کوئی نہیں۔" اماں آنسو پونچھتے ہوئے کہہ رہی تھیں جبکہ سومیہ کے ضبط کے سارے ٹانکے ادھڑ گئے۔

"میری مری ماں پر بہتان لگائے جاتے رہے۔ گندگی اچھالی جاتی رہی اور میں خاموش رہی۔ کسی کا منہ بھی نہیں توڑ سکی۔ کسی کو بتا ہی نہیں سکی۔" وہ تڑپ تڑپ کر رو دی۔

"شبانہ بہن سے کسی نے غلط بیانی کی ہو گی۔" اماں اسے ساتھ لگائے خود بھی رو رہی تھیں۔

"سومیہ کو گھریلو ملازمہ نے گھر کے پچھواڑے میں پھینک دیا تھا۔ اور راہ چلتی یہ عورت ترس کھا کر اسے گھر لے گئی۔ جس کی چار بیٹیاں تھیں۔ بے روزگار شوہر تھا۔ مکان کرائے کا تھا اور بھوک اور افلاس نے جس کی مت مار رکھی تھی۔" دروازہ دھاڑ سے کھل گیا تھا۔ پہلے جمال اندر داخل ہوا تھا۔ اس کے پیچھے لالی اور حسنہ تھے۔ جمال کہہ رہا تھا۔

"یہ عورت بہت بڑی اداکارہ ہے۔ ڈھونگی اور فریبی ہے۔ تحقیق اور تفتیش نے جو کچھ ثابت کیا ہے آپ کو بھی بتاتے ہیں۔ سومیہ کی سرے سے کوئی پھوپھی نہیں۔ ایک بات تو واضح ہو گئی ہے۔ مزید وضاحت بھی کرتا ہوں' مگر پلیز سومیہ! پہلے خود کو سنبھالو' صبر سے کام لو' ہمت پکڑو' تمہیں شبانہ بیگم کے گریبان تک پہنچنا ہے۔"

جمال نرمی سے اس کا سر تھپتھپا رہا تھا۔ پھر اس نے کہنا شروع کیا۔

"جو کچھ مجھ تک پہنچا ہے' اس سب کا کریڈٹ لالی کو جاتا ہے۔ بقول لالی کے وہ سومیہ سے پہلی ملاقات کے بعد ہی ٹھٹک گیا تھا۔ پھر اس نے اپنی تفتیش کے دائرے کو وسیع کیا۔ اس نے مختلف ذرائع سے معلومات اکٹھی کرنا شروع کیں۔ حتیٰ کہ جس جس محلے میں شبانہ بیگم فیملی سمیت رہ کر آئی تھیں وہاں تک گیا۔ لوگوں سے ملا' خواتین سے رائے لی' سومیہ کے بارے میں پوچھتا رہا اور پھر شبانہ بیگم کے سارے کچے چٹھے کو کھول کر لوگوں کو ان کی اصلیت بتاتا رہا۔ شبانہ بیگم کون ہے؟ ٹھہریے' ابھی وضاحت کرتا ہوں۔"

جمال' سومیہ کے قریب بیٹھ گیا تھا۔ کمرے میں بلا کا سکوت تھا۔ حسنہ بھی ساکت تھی' جبکہ لالی مطمئن۔

☼ ☼ ☼
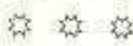
حسن مراد کے برابر میں مکان کرائے پر لیتے ہوئے اختر نے یہ سوچا ہی نہیں تھا کہ بہت جلد اس کے وارے نیارے ہونے والے ہیں۔

اختر' شبانہ کا میاں حسن کا گہرا دوست تھا۔ بلکہ اپنی چرب زبانی اور ہوشیاری کے باعث حسن جیسے بے

عمر بندے کو باتوں میں الجھا کر اور اپنی غربت کی
داستان سنا کر پیسے بٹور لیا کرتا تھا۔ حسن نے ہی اپنے
اس دوست کو برابر والا مکان کرائے پر لے کر دیا تھا۔
اختر اپنے بیوی، بچوں کو بھی لے آیا۔ حالانکہ شبانہ کا
خیال تھا حسن اور ثمانہ انہیں اپنے گھر کا اوپر والا حصہ
رہنے کے دے دیں گے۔ اگر ایسا ہو جاتا تو کرائے کے
جھنجٹ سے بھی بچ جاتیں۔ مگر ایسا کچھ ہوتا دکھائی
نہیں دیتا تھا۔ اوپر سے حسن جس طرح معمولی سی
صورت والی ثمانہ پر فدا تھا۔ شبانہ جل جل کر کوئلہ
ہوتی۔ اسے ثمانہ کے نصیب پر رشک آتا۔ ایک وہ خود
تھی، اچھی خاصی خوش شکل مگر غربت کی چکی میں پستے
پستے اس کی خوب صورتی ماند پڑ گئی تھی۔

ہوا کچھ یوں ایک صبح ثمانہ تیار ہو کر شبانہ کی طرف
آئی۔ وہ اپنے میکے جا رہی تھی۔ کھڑے کھڑے اس نے
شبانہ سے کہا۔

"بھابھی! سوی کو گھر چھوڑ کر جا رہی ہوں۔ طبیعت
ٹھیک نہیں اس کی۔ سفر میں اور زیادہ بیمار ہو جاتی ہے،
اماں بہت بیمار ہیں۔ ان کو ایک نظر دیکھنے جا رہی ہوں،
جلد لوٹ آؤں گی۔ ویسے تو آپا بھروسے والی عورت
ہے، مگر آپ بھی خیال رکھیے گا۔" ثمانہ اور حسن
دونوں چلے گئے تھے۔ شبانہ حسد سے ثمانہ کو دیکھتی رہی
اور سوچتی رہی۔

دوپہر تک اسے خیال ہی نہیں آیا تھا کہ بچی کو اک
نظر دیکھ آئے۔ پھر سوچا، ثمانہ شاید آکر آپا کے بتانے پر
ناراض ہو کہ اس کے کہنے کے باوجود شبانہ بچی کو دیکھنے
نہیں گئی۔ اسی غرض سے وہ گھر سے نکلنے والی تھی جب
اختر افتاں خیزاں گھر میں داخل ہوا۔

"شبانہ، شبو، بات سن۔"

"ہوا کیا ہے؟" شبانہ نے بے زاری سے پوچھا۔

"وہ حسن اور ثمانہ کا ایکسیڈنٹ ہو گیا ہے۔
دونوں موقع پر ختم ہو گئے ہیں۔" اختر نے پھولی
سانسوں سمیت بتایا۔ "حسن کی دکان پر ابھی ابھی
اطلاع آئی ہے۔ نماز جنازہ گاؤں میں ہی ادا ہو گی۔ تم
بھی تیاری کرو، چلتے ہیں۔"

بچے کہاں ہیں ... سن میری بات سن۔"

شبانہ کے شاطر دماغ نے منصوبہ تیار کر لیا تھا۔ سب
سے پہلے آپا کو چند سو دے کر اس کا منہ بند کیا اور بچی کو
گھر پر بڑی بیٹی کے پاس چھوڑا۔ پھر سارے گھر کا قیمتی
سامان ٹرک پر لوڈ کروالیا۔ لاکر توڑ کر قیمتی زیورات
نکالے۔ روپیہ، پیسہ اکٹھا کیا اور سومیہ کو لے کر کسی اور
محلے میں چلے گئے۔ اتنا تو شبانہ کو علم ہی تھا کہ حسن کے
آگے پیچھے کوئی نہیں، تاہم ثمانہ کا ایک نشئی بھائی
ضرور تھا، مگر اس سے بھلا انہیں کیا خوف محسوس
ہو سکتا تھا۔ سو وہ اطمینان سے حسن کی چلتی دکان آنا"
فانا" مہنگے داموں بیچ کر روپیہ بینک میں رکھوا چکے تھے۔
مکان کو ویسے بھی انہوں نے تالا لگوا دیا تھا۔ سننے میں
آیا تھا، ثمانہ کی بھابھی دو، تین مرتبہ سومیہ کا پتا کرنے
آئی ہے۔ مگر مکان کی طرف اس نے بھی دھیان نہیں
دیا تھا۔ حالانکہ وہ لوگ باآسانی قبضہ کر سکتے تھے۔

کچھ عرصہ مزید گزر گیا۔ اختر کو اپنی دکان میں گھاٹا پڑا
اور موٹر سائیکل سے گرنے کی وجہ سے اس کے دماغ پر
چوٹ لگ گئی اور وہ لمحوں میں ڈھیر ہو گیا۔ اس صورت
حال پر بھی شبانہ قطعاً" نہیں گھبرائی تھی۔ سوچ بچار
کے بعد اس نے دکان بیچ اور سرمایہ محفوظ کر لیا۔ بینک
میں کافی رقم موجود تھی کہ حسن کی کپڑے کی دکان سے
خوب منافع آ رہا تھا اور وہ ___ مہنگے داموں فروخت
ہوئی تھی۔ ثمانہ کے زیورات بھی کافی بھاری تھے، سو
وقت بہت اچھے طریقے سے گزرنے لگا۔ کچھ سالوں
بعد حسن کا مکان اس نے کرائے پر دے دیا تھا۔ ماہانہ
کرایہ بھی ملنے لگا تھا۔ سو وہ بچوں کو پڑھانے اور اچھی
تعلیم دلوانے کی طرف متوجہ ہو گئی تھی۔

سومیہ نے لڑکپن کی حدود کو چھوڑا تو شبانہ نے اپنا
اگلا منصوبہ تیار کر لیا۔ وہ اسے احساس کمتری کا شکار
کر کے دبا لینا چاہتی تھی کہ کبھی وہ شبانہ کے سامنے سر
اٹھا کر نہ کھڑی ہو جائے۔ سومیہ کو معمولی سی ڈسٹ
الرجی کی تکلیف تھی جسے اس نے بڑھا چڑھا کر دمہ کہنا
شروع کر دیا۔ آہستہ آہستہ محلے میں ثمانہ کے متعلق
جھوٹی افواہیں پھیلانا شروع کر دیں۔ اسے نیند کی



گولیوں کا عادی بنا دیا۔ اس کے سوچنے سمجھنے کی ہر
صلاحیت کو مفلوج کرنا چاہا تھا۔ سومیہ لوگوں کے
رویوں سے خوف زدہ ہو کر تعلیم ادھوری چھوڑ چکی
تھی۔ شبانہ کی ایک اور خواہش پایہ تکمیل تک پہنچی۔
اپنی بیٹیوں کو وہ بیاہ چکی تھی۔ بیٹے کا مستقبل بھی
محفوظ کر لیا تھا۔ اب وہ سومیہ کے لیے رشتے کی تلاش
میں تھی۔ وہ بھی دنیا دکھاوے کے لیے۔ وہ فی الحال
سومیہ کی شادی نہیں کرنا چاہتی تھی، اس لیے ہر مہمان
عورت کے سامنے ثمانہ کا قصہ لے کر بیٹھ جاتی۔ یہ
معاملہ اسی طرح جاری و ساری تھا، مگر پھر ندیم شبانہ کے
بیٹے نے اسے اپنی شادی کی اطلاع دی۔ وہ دبئی میں تھا،
وہاں اس کی گاڑی کا ایکسیڈنٹ ہو گیا، ایک آدمی مارا
گیا۔ اسے رقم چاہیے تھی۔ سومیہ کو باتوں میں
الجھا کر اس نے مکان کے کاغذات پر سائن کروالیے
تھے۔ اب اسے سومیہ کی بھلا کیا ضرورت تھی۔ اسی
لیے آنے والے پہلے رشتے کو اس نے منظور کر لیا تھا۔
مگر یہیں سے اس کی بدبختی کا آغاز ہو گیا۔ سومیہ اس
کی ہزار کوششوں کے باوجود اپنوں میں چلی گئی تھی۔
شبانہ کو لگتا تھا اب اس کا کوئی راز، راز نہیں رہے گا۔
وہ جان جائے گی کہ اس کی ماں کسی کے ساتھ بھاگی
نہیں تھی، بلکہ ایک حادثے میں وفات پا گئی تھی۔ سو وہ
سومیہ کو رخصت کرنے کے فوراً" بعد اپنا سامان
سمیٹ کر اس گھر سے نکلنے کی تیاریوں میں تھی۔ اس
لیے کہ مکان تو اس نے خالی کرنا ہی تھا، کیونکہ دو ہفتے
پہلے اس نے مکان کو فروخت کر دیا تھا۔ اب اس نے
دبئی جانا تھا۔ تمام تیاریاں مکمل تھیں۔ ویزے اور
پاسپورٹ وغیرہ کے ابتدائی کام بھی ہو گئے تھے۔

☼ ☼ ☼
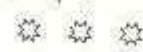
لالی کی نوکری کیا لگی، اماں نے پورے گاؤں میں
مٹھائی تقسیم کی تھی۔ مبارک باد دینے والی عورتوں کی
لائن لگ گئی تھی۔ حسنہ کے قدم زمین پر نہیں ٹک
رہے تھے۔ لالی علاقے کا تحصیل دار بن گیا تھا۔ حسنہ
ہم جولیوں کے درمیان بیٹھی خوش گپیوں میں مصروف

تھی۔ آج اسے [illegible] کی بات پر [illegible]
مسکراہٹ کے شگوفے پھوٹ رہے تھے۔ لالی نے
حسنہ کو ہنستے دیکھ کر دل تھام لیا۔

"تھانے دارنی جی! مت اتنا مسکرائیں۔ یہ نہ ہو
مجھے شادی سے پہلے ہی ہارٹ اٹیک ہو جائے۔"

"تھانے دارنی نہیں تحصیل دارنی کہو۔ اب حسنہ
کی حیثیت بدل گئی ہے۔" سومیہ مسکراتے ہوئے
کمرے سے برآمد ہوئی تھی۔

"یہ تو آپ نے سچ کہا۔" لالی نے پہلی مرتبہ حسنہ کو
چڑانے کے بجائے تائیدی انداز میں سر ہلایا۔

حسنہ اور سومیہ دونوں ہی بے اختیار ہنس پڑی
تھیں۔ گاؤں کی عورتیں ابھی تک آ جا رہی تھیں۔
سارا دن مصروفیت میں گزرا تھا۔ اب فراغت کے بعد
سومیہ اپنے کمرے کے دریچے میں کھڑی تھی۔ وہ اپنے
بچپن اور لڑکپن کو سوچ رہی تھی۔ اس کی زندگی کس
طرح ایک عذاب مسلسل میں گزری تھی کہ کوئی اسے
اس کی ماں کے حوالے سے طعنہ نہ دے۔ اذیت سے
دوچار نہ کرے۔ اپنی زندگی کے کتنے ہی ماہ و سال اس
نے اسی خوف کی نذر کر دیے تھے۔ اس کے ساتھ اتنا
کچھ ہوا اور وہ صبر سے جھیلتی رہی تھی، مگر وہ ایک مرتبہ
شبانہ سے ضرور ملنا چاہتی تھی۔ اس کا گریبان پکڑ کر
جھنجوڑنا چاہتی تھی۔

اسے یقین نہیں آتا تھا کہ جس عورت کو وہ فرشتہ
سمجھ کر پوجتی رہی ہے وہ اس قدر لالچی، خود غرض اور
اس قدر ڈھونگی ہو گی۔

"میری ماں کی پاکیزگی پر کیچڑ اچھالنے والی، خدا کبھی
تمہارا بھلا نہ کرے۔" اس کے دکھے دل سے ایک ہی
بددعا نکلتی تھی۔ پھر ایک دن اس نے جمال سے اپنی
خواہش کا اظہار کر دیا۔ جمال اسے حسن منزل لے آیا
تھا۔ مکان کو اب تالا نہیں لگا تھا، بلکہ مکان کے نئے
مالک اسے آباد کر چکے تھے۔ سومیہ تو محض اپنے باپ
کے آشیانے کو اک نظر دیکھنے کے لیے آئی تھی۔ وہ
جانتی تھی کہ شبانہ اس گھر میں کہاں ہو گی۔ بہت ویران
مانوس دیواروں کو دیکھنے کے بعد سومیہ، جمال کی ہمراہی

مڑ کر یہ پیچھے مڑ کر دیکھا تھا۔ اس کے دل سے اک ہوک اٹھی۔

"اے اس گھر کے نئے مکینو! اللہ کرے یہ جگہ تم لوگوں کو راس آجائے، تم یہاں سے خوشیاں ہی سمیٹو غم تم لوگوں کو چھو کے نہ گزریں۔ میں تمہیں ایک بات بتاؤں، یہ گھر میرے ماں، باپ اور مجھے راس نہیں آیا تھا، مگر میری دعا ہے کہ تمہارا آشیانہ سدا سلامت رہے۔"

"سوی! اب گھر چلنا ہے۔" جمال پوچھ رہا تھا۔

"نہیں۔۔۔ اس پتے پر لے چلیں۔" وہ زنیرا باجی کے گھر جانا چاہتی تھی۔ جمال نے اس کی خواہش کا احترام کیا تھا۔ کچھ دیر بعد وہ زنیرا باجی کے سامنے کھڑی تھی۔ باجی بھی حیران اور ششدر تھیں۔ وہ اس کا سامنا کرنے کا حوصلہ کہاں رکھتی تھیں، مگر۔۔۔

"سوی! تم۔"

"کیا میں یہاں نہیں آسکتی؟" سومیہ کے لہجے میں عجیب سی کاٹ تھی۔ زنیرا باجی پھپک پھپک کر رو دیں۔

"کچھ مت کہنا سومیہ! اللہ کا واسطہ ہے، کچھ مت کہنا۔" انہوں نے سومیہ کے سامنے دونوں ہاتھ جوڑ دیے تھے۔

"میں کچھ کہنے ہی تو آئی ہوں۔ اگر آپ سننا نہیں چاہتیں تو آپ کی مرضی، مگر میں۔"

"نہیں سوی! تمہیں کچھ کہنے کی، بتانے کی کوئی ضرورت نہیں۔ میں تو کیا ہم سب جان چکے ہیں۔ حقیقت کیا تھی۔ سچائی کیا تھی؟ تمہیں کچھ کہنے کی ضرورت نہیں۔ میں تمہیں بتاتی ہوں، کرنی کا پھل کیا ہوتا ہے۔ کسی کے لیے گڑھا کھودیں تو خود ہی گرنا بھی پڑتا ہے۔ برا اگر برائی کے انجام کو جان جائے تو وہ برائی کرے ہی کیوں؟ تمہارے ساتھ برا کرنے والے انجام پذیر ہوئے۔" باجی نے آنسو پونچھ کر سومیہ کے سپاٹ چہرے کی طرف دیکھا۔

"امی نے مکان بیچا تو ہم دونوں بہنیں حیران ہو گئیں۔ یہ مکان تو حسن ماموں کا تھا۔ کل تک ہم بھی حسن مراد کو اپنا سگا ماموں ہی سمجھتی تھیں، مگر امی نے

اور اسی شب دبئی سے ندیم کے مرنے کی اطلاع آگئی۔ ہمارا اکلوتا جوان بھائی پردیس میں مر گیا۔ ہم اس کا چہرہ بھی نہ دیکھ سکے۔ امی تو صدمے سے دیوانی ہو گئیں۔ ندیم کی آخری رسومات ادا کر لیں۔ امی میرے گھر میں موجود تھیں۔ ایک دن امی نے مجھے بتایا کہ وہ مکان کو بیچ کر سارا پیسہ ندیم کے اکاؤنٹ میں ٹرانسفر کر چکی تھیں، جو کہ اب اس کی بیوہ ہتھیا چکی تھی۔ پھر امی نے اپنے سارے گناہ خود ہی تسلیم بھی کر لیے۔ امی نے بتایا، انہیں ان کے اعمال کی سزا ملی ہے۔ وہ سارا دن جائے نماز پر بیٹھی روتی رہتیں۔ کئی مرتبہ میں نے کہا کہ ہم آپ کو سومیہ کے پاس لے چلتے ہیں۔ آپ اس سے معافی مانگیں۔ آپ کا دل پرسکون ہو جائے گا۔ مگر یہ انہیں گوارا نہیں تھا۔ وہ تمہارا سامنا نہیں کر سکتی تھیں۔"

کچھ دن مزید گزرے تو سہیل کی امی ہمارے پاس رہنے کے لیے آگئیں۔ انہیں امی کا وجود کھٹکنے لگا تھا۔ ایک دن امی خود ہی روز، روز کی بے عزتی سے بچنے کے لیے گھر سے نکل گئیں۔ سمیرا کی طرف گئیں تو وہ بھی رکھنے سے انکاری ہو گئی۔ اس کے سسرال کا معاملہ تھا۔ اب امی اندرون شہر کے ایک محلے میں کسی کے گھر نوکرانی کی حیثیت سے رہ رہی ہیں۔ لوگوں کے برتن دھوتی ہیں، نہ ان کے پاس ہنر تھا نہ تعلیم۔ اور اب پیسہ بھی نہیں رہا تھا۔ ایک شاطر دماغ تھا جو آخر کب تک ساتھ دیتا۔ ہم اس سارے قصے میں انجان تھیں۔ ہمیں معاف کر دینا سومیہ! ہمیں بددعاؤں سے بہت خوف آتا ہے۔"

زنیرا باجی خاموش ہو گئی تھیں۔ سومیہ بغیر کچھ کہے اٹھ گئی۔ اس کا چہرہ اب بھی سپاٹ تھا۔ اس کی خاموشی نے زنیرا کو باور کروا دیا تھا کہ وہ اپنے دل کے زخم اور گھاؤ نہیں بھول سکتی۔ سومیہ نے کہا تو صرف اتنا۔

"اللہ کی لاٹھی بے آواز ہوتی ہے۔"

وہ دہلیز عبور کر کے باہر نکل آئی تھی کہ جمال اس کے انتظار میں باہر کھڑا تھا۔ سومیہ اپنی منزل کی طرف رواں دواں ہو گئی۔